41

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
35 واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

15 تا 21 جمادی الاولیٰ 1448ھ/ 27 اکتوبر تا 2 نومبر 2026ء

اس شمارے میں

تنظیم اسلامی کا زونل سالانہ اجتماع 2026ء

اُمت کی ذلت و رسوائی کے بنیادی اسباب اور حل

عالمی سطح پر مظاہروں کے اصل محرکات اور ممکنہ نتائج

......اسے بھی پڑھا کرو!

رفقاء کے لیے سالانہ اجتماع کی اہمیت

برائیوں کا سدِباب کریں!

'انسان' کے لیے بنیادی سوالات

انسان کون ہے؟ یہ کہاں سے آیا ہے؟ کیسے آیا ہے؟ اس کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ آخر کار یہ کہاں چلا جائے گا؟ اس کو عدم سے وجود میں لانے والا کون ہے؟ اسے یہاں سے کون اور کہاں لے جائے گا؟ وہاں پر اس کا انجام کار کیا ہوگا؟ یہ وجود جسے وہ اپنے ارد گرد دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کیا چیز ہے؟ اس ظاہر کے پردے میں کارفرما غیبی قوت کون سی ہے، جو انسان کو دیکھ رہی ہے مگر یہ اُسے نہیں دیکھتا؟ اس پُراسرار وجود کا خالق کون ہے؟ کائنات کی تدبیر اور الٹ پھیر کس کے ہاتھ میں ہے؟ کائنات کی تبدیلیاں انسان کو نظر آتی ہیں لیکن یہ تصرفات کرنے والا ہاتھ کس کا ہے؟ مجھے اس کائنات کے خالق کے ساتھ کیا اور کیسا معاملہ کرنا چاہیے؟ اس کائنات میں میرے تصرف کی حیثیت کیا ہونی چاہیے؟ خالق کے ساتھ ساتھ میرا سلوک مخلوق کے ساتھ اور دوسرے بندوں کے ساتھ کیا ہونا چاہیے؟ انسان کے لیے ہمیشہ یہی سوالات بنیادی حیثیت کے رہے ہیں، اور جب تک انسان کا وجود اس کائنات میں ہے ان کی یہی حیثیت رہے گی۔ یہ انسان کا بنیادی موضوع ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ فروع کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن نے کامل 13 سال تک جو کچھ بیان کیا وہ اسی بنیادی موضوع کے گرد گھومتا ہے۔ جب تک اس نے اس موضوع کو مکمل بیان نہ کر دیا، کسی اور موضوع کو نہیں چھیڑا۔ یہ بنیادی عقیدہ جب تک بنی نوع انسان کے خلاصے --- حضور ﷺ کی مختصری جماعت --- کے دل و دماغ میں جاگزیں نہ ہو گیا، قرآن نے انہیں کسی اور طرف متوجہ نہ کیا۔ اللہ کی تقدیر یہی تھی کہ بنی نوع انسان کا یہ خلاصہ اُس کے دین کو دنیا میں برپا کرے، ایک ایسا نظام قائم کرے جس میں دین اپنی اصلی صورت میں نظر آئے۔

سید قطب شہیدؒ
تفسیر فی ظلال القرآن

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

الھدیٰ 1205 ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ہر شے پر اللہ تعالیٰ کی حکومتِ مطلق ولاشریک

سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت : 4

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ؕ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیۡعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴﴾

آیت ۴ ﴿اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ؕ﴾ ’’اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے، چھ دنوں میں‘ پھر وہ متمکن ہوا عرش (تختِ حکومت) پر۔‘‘

﴿مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیۡعٍ ؕ﴾ ’’نہیں ہے تمہارے لیے اُس کے مقابلے میں کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔‘‘

یہاں پر لفظ دُوْن ’’مقابلے‘‘ کے معنی دے رہا ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہیں پکڑ کر سزا دینا چاہے تو تمہارا کوئی حمایتی یا سفارشی اُس کے اس فیصلے کے آڑے نہیں آسکتا۔

﴿اَفَلَا تَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴﴾﴾ ’’تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے!‘‘

درس حدیث

بہترین صدقہ کیجیے!

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا، ثُمَّ يُعَلِّمَهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ)) (سنن ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’سب سے بہتر اور افضل صدقہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان علم دین سیکھے، پھر اُسے اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔‘‘

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ صرف روپے پیسے یا اشیاء کا نہیں ہے بلکہ نفع بخش علم کا حصول اور اُسے دوسروں تک پہنچانا افضل ترین صدقہ ہے۔ مال خرچ کرنے سے دنیاوی اعتبار سے کم ہوتا ہے جبکہ علم دوسروں کو سکھانے سے بڑھتا ہے اور اس کا فائدہ سیکھنے اور سکھانے والے دونوں کو ملتا ہے۔ علم نافع صدقہ جاریہ میں شامل ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
15 تا 21 جمادی الاولیٰ 1448ھ جلد 35
27 اکتوبر تا 2 نومبر 2026ء شمارہ 41
مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: • فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری • وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سیکرٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سگیاں روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 30 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......1,200 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تنظیم اسلامی کا زونل سالانہ اجتماع 2026ء

سال 2026ء کا زونل سالانہ اجتماع بھی گزشتہ سال کی طرح انتہائی گھمبیر ملکی و عالمی حالات میں منعقد ہو رہا ہے۔ گزشتہ برس کی طوفانی بارشوں اور سیلاب کے باعث مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں اب بھی ایسی حالت میں نہیں کہ وہاں کل پاکستان سالانہ اجتماع کا انعقاد ممکن ہو۔ لہٰذا طویل مشاورت اور زمینی حقائق کے نتیجہ میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ نے فیصلہ فرمایا کہ متبادل سالانہ اجتماع زونل سطح پر منعقد ہوگا۔ جس کی تفصیل اس شمارہ کے صفحہ 22 پر موجود ہے۔ بہرحال دین کا کام تو جاری رکھنا ہے اور اقامتِ دین کی جدوجہد جو ہر مسلمان پر فرض ہے اس کو ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور آسانی عطا فرمائے۔

دنیا بھر میں آج باطل قوتوں کا ننگا ناچ جاری ہے۔ غزہ کی صورتِ حال سب کے سامنے ہے۔ "امن منصوبوں"، "جنگ بندی" اور "بورڈ آف پیس" کے پُرفریب نعروں کی آڑ میں اسرائیلی قتل و غارت جاری ہے اور ناجائز صہیونی ریاست گریٹر اسرائیل کے منصوبہ پر تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اُسے امریکہ، بھارت (جنہیں ملا کر ابلیسی اتحادِ ثلاثہ بنتا ہے) کی مکمل معاونت حاصل ہے۔ دوسری طرف فروری 2026ء میں شروع ہونے والی ایران، امریکہ جنگ، جس کا آغاز اسرائیل اور امریکہ کے ایران پر حملوں سے ہوا تھا، اب اس قدر پھیل چکی ہے کہ پورے خطے بلکہ دنیا کو لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اسرائیل تو مکھن کے بال کی طرح اس جنگ سے نکل کر تماشا دیکھ رہا ہے۔ لیکن ایران اور حوثی، امریکہ اور اُس سے زیادہ عرب ممالک پر حملہ آور ہیں۔ حملے چاہے عرب ممالک میں قائم امریکی اڈوں سے ایران کی جانب داغے جانے والے میزائلوں کے بدلے میں ہی ہوں، لیکن مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے۔ صرف گزشتہ دو ماہ میں یمن کی خانہ جنگی نے 70,000 افراد کو نگل لیا ہے! پاکستان کو بھی اس جنگ میں گھسیٹنے کی امریکی و اسرائیلی کوشش جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے! بھارت کو اگرچہ پاکستان کے ہاتھوں گزشتہ برس مئی میں آپریشن "بنیان مرصوص" میں ہزیمت ناک شکست اُٹھانا پڑی تھی، لیکن اُس کے پشتی بان خصوصاً امریکہ اور اسرائیل اُسے پاکستان سے جنگ کے لیے پھر سے تیار کر رہے ہیں۔ اسرائیلی فوج اُسے اسلحے اور سائبر سیکورٹی کے نت نئے ہتھیار فراہم کر رہی ہے۔ خدشہ ہے کہ مودی کا بھارت جلد پاکستان کے خلاف آپریشن سندور II کا آغاز کر سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کو عسکری اور اُس سے بڑھ کر نظریاتی سطح پر بھرپور تیاری کی ضرورت ہے۔ مصر کے پڑوس میں واقع افریقی ملک سوڈان میں مسلمان مسلمان کا خون پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ سونا، تیل، دیگر قیمتی معدنیات، دریائے نیل...... دو جرنیلوں نے افریقہ میں اسلام کے اس قلعہ کو جہنم زار بنا دیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق ایک متحدہ عرب امارات اور دوسرا مصر کی پراکسی (Proxy) بن کر عوام کا قتل عام کر رہے ہیں۔ فائدہ وہاں بھی اسرائیل ہی اُٹھا رہا ہے۔ بہرحال، ایک عالمی گریٹ گیم جاری ہے۔

دوسری طرف پوری نام نہاد اُمّتِ مسلمہ ’’تک تک دیدم دم نہ کشیدم‘‘ کا شکار نظر آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تو مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو کر جسدِ واحد قرار دیا تھا کہ جیسے جسم کے ایک حصّے کو تکلیف پہنچے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اس اُمّت کے مسلمانوں کا تو یہ حال ہونا چاہیے تھا کہ دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں کی تکلیف کو پوری دنیا کے مسلمان محسوس کرتے، اپنا آرام اور اپنی آسائش تج کر دیتے۔ مگر جب مسلمانوں نے جہاد سے منہ موڑ لیا، نبی اکرم ﷺ سے اپنا تعلق کمزور کر لیا، اپنے آرام، اپنی آسائش کی فکر میں پڑ گئے تو ذاتی مفادات اور اقتدار کی ہوس نے مسلمانوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ اُمّتِ مُسلمہ کی اصطلاح صرف تقریروں اور تحریروں کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی اور عملاً اس کا وجود ختم ہو گیا۔ مسلمان حکمرانوں کو اپنا اقتدار اور جان و دولت زیادہ عزیز ہے۔ وہ کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہتے جس کی وجہ سے امریکہ اور یورپ میں اُن کے کاروبار یا سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں رکھی ہوئی اُن کی دولت پر کوئی آنچ آئے۔ اسرائیل کا حال یہ ہے وہ جلد از جلد مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے اپنا تھرڈ ٹیمپل تعمیر کرنے کے لیے بے چین ہے۔ ادھر عرب حکمرانوں کو اقتدار اور دولت کے نشے نے اندھا کر دیا ہے۔ وہ اسی غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اگر وہ اچھے بچے بن کر رہیں گے تو ان کا اقتدار بھی قائم رہے گا اور وہ امن و امان میں بھی رہیں گے۔ ایران بھی اپنی ’شاندار تہذیب‘ کو پھر سے زندہ کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔

آج ہمارے اپنے ملک کے حالات بھی مخدوش نظر آ رہے ہیں۔ بدترین سیاسی عدمِ استحکام اور بدترین سیاسی جبر ہے۔ سودی معیشت، بے انتہا کرپشن اور آئی ایم ایف کے ساتھ سودی قرض کے معاہدوں نے ملکی معیشت کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ مہنگائی اور بے روزگاری اپنے عروج پر ہے۔ حکمران اور مقتدر قوتیں نہ جانے کس کھیل میں مصروف ہیں۔ ملک میں دہشت گردی کے واقعات میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے اور عوام میں نفرتیں بڑھ رہی ہیں۔ خیبر پختونخوا میں فوجی آپریشن ہوں، گورنر راج وایمرجنسی کا لگانا ہو، وہ بھی ایک عوامی مینڈیٹ سے منتخب ہونے والی حکومت کو گھر بھیج کر! بلوچستان میں علیحدگی پسندوں اور دہشت گردوں کے پے درپے فوج اور پولیس پر حملے ہوں، آزاد کشمیر کی عوام کی ناراضی ہو۔ نقصان ملک وملت کا ہی ہو رہا ہے۔

ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حق و باطل کی کشاکش اپنے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ دجّالی مکروفریب کا چہرہ چاک ہونے جا رہا ہے۔ پورے کرۂ ارضی پر مسلط ابلیسی سیکولر سرمایہ دارانہ جمہوری نظام اپنے منطقی انجام کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ فرانس اور دیگر مغربی ممالک میں نوجوانوں کے احتجاج کو ہی دیکھ لیں۔ بقول اقبال:

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

دنیا بھر میں مسلمانوں کی حالتِ زار سے سبق سیکھتے ہوئے ہم رفقائے تنظیم کو بھی اپنے ملک میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کو تیز تر کرنا ہوگا۔ اپنے ایمان ویقین میں اضافہ کی شعوری کوشش کے ساتھ ساتھ رب کی بندگی اور وفاداری کے امتحان میں پورا اترنے کا عزم کرنا ہوگا۔ اپنے نفس اور شیطان کے خلاف جہدِ مسلسل کے ساتھ ساتھ باطل افکار ونظریات کے خلاف عالمی وفکری جہاد اور باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کے لیے ہمہ وقت آمادہ عمل رہنا ہوگا۔ اس انقلابی جدوجہد کے ناگزیر تقاضے کے طور پر تنظیم کے نظم کے ساتھ سختی سے جڑے رہنے کے ساتھ ساتھ اپنے پروردگار کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اور تعلق باللہ میں بھی مسلسل اضافہ کرنا ہوگا۔

رفقاءِ محترم! مندرجہ بالا ملکی وعالمی حالات کے پس منظر میں تنظیم اسلامی کے رفقاء کی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ ہم سب ایک ایسی کشتی کے سوار ہیں جو شدید طوفان کی زد میں گھری ہوئی ہچکولے کھا رہی ہے۔ اس کشتی کے ملاح طوفان سے بے خبر ہیں جبکہ کشتی کے مسافر سوئے ہوئے ہیں۔ امریکہ، بھارت اور اسرائیل کا ابلیسی اتحاد اسے غرق کر دینے کے درپے ہے۔ وہ مسافر جو جاگ رہے ہیں، اب انہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوئے ہوؤں کو جگائیں اور اس کشتی کو حفاظت اور سلامتی کے ساتھ کنارے پر لگائیں۔ پاکستان میں اگر اسلامی نظام قائم ہو جائے تو پاکستان نہ صرف معاشی طور پر خوشحال اور مستحکم ہوگا بلکہ ایک عالمی طاقت بن کر اُبھرے گا۔ جو لوگ اس اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے جدوجہد کریں گے وہ دنیا میں بھی سرفراز ہوں گے اور جنت بھی اُن کی منتظر ہوگی۔ ان شاءاللہ!

عزیز رفقاء! ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ گریٹر اسرائیل قائم کرنے کے آخری مرحلے کے دوران جب یہود فیصلہ کن جنگ شروع کروائیں گے تو وہ کسی صورت یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہ ہوں گے کہ کسی بھی مسلم ملک کے پاس ایٹمی ہتھیار ہوں، میزائل اور دوسری جدید ٹیکنالوجی ہو۔ لہٰذا بھارت کے ذریعے پاکستان پر پھر حملہ کروایا جائے گا۔ پاکستان کو معاشی طور پر خوشحال، امن کا گہوارہ، ناقابلِ تسخیر اور مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت میں کامیابی کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اقامتِ دین کی جدوجہد میں اپنا تن من دھن لگا دیں۔

آیئے ہم سب مل کر اس برس کے زونل سالانہ اجتماع میں حاضر ہو کر اپنے دوسرے رفقا کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کریں۔ اپنے اس عہد کو تازہ کریں کہ ہمارے پروردگار نے اقامتِ دین کی جدوجہد کا جو فریضہ ہم پر عائد کیا ہے، اسے اپنے تمام دنیاوی امور پر ترجیح دیں گے، حتی الامکان دین کی دعوت ہر خاص وعام تک پہنچائیں گے اور ایک مثالی نظم کا مظاہرہ کریں گے۔

(باقی صفحہ:12 پر)

اُمت کی ذلت ورسوائی کے بنیادی اسباب اور حل

(قرآن واحادیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 16 اکتوبر 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

اس وقت عالمی سطح پر جو حالات ہیں اور جو ہمارے ملک کی صورتحال ہے کہ ہر طرف اُمت مسلمہ پر گویا افتاد آن پڑی ہے۔ ان تمام حالات میں اُمت کے لیے گہرا سبق بھی ہے، نصیحت بھی ہے اور تنبیہ کا پہلو بھی ہے۔ مگر نصیحت حاصل کرنے کے لیے جس آنکھ کا کھلا ہونا ضروری ہے وہ بند ہے۔ بقول ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہماری مادی آنکھ تو کھلی ہے جس سے ہم ظاہری اسباب دیکھ رہے ہیں، پولیٹکل ٹاک شوز ہوں، وی لاگز ہوں یا سوشل میڈیا ہو، ہر طرف ظاہری اسباب کے حوالے سے گرما گرم بحثیں ہو رہی ہیں لیکن ہماری باطنی آنکھ بند ہے جو کہ وحی کی روشنی میں حالات وواقعات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے ہم حالات وواقعات سے کوئی سبق حاصل نہیں کر پا رہے اور نہ ہی ان مشکل حالات سے نکلنے کا کوئی راستہ ہمیں مل رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب وحی کی روشنی میں، اللہ کی کتاب کی روشنی میں حدیث نبویؐ کی روشنی میں جب حالات کا تجزیہ کیا جائے گا تو اہل ایمان اس سے سبق بھی حاصل کریں گے اور حالات سے نمٹنے اور دنیا میں آگے بڑھنے کے لیے ہدایت ورہنمائی بھی ملے گی۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے:

﴿لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكُمۡ كِتٰبًا فِیۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ﴾ (الانبیاء:10) ’’(اے لوگو!) اب ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کردی ہے اس میں تمہارا ذکر ہے۔‘‘

قرآن زندہ کلام ہے جو ہمارے موجودہ حالات کے مطابق بھی ہمیں رہنمائی دیتا ہے مگر اس کو حاصل کرنے کے لیے ہماری باطنی آنکھ کھلی ہونی چاہیے۔ آج جو دنیا کے حالات ہیں، بالخصوص مشرق وسطیٰ میں جو اس وقت بڑی آزمائشی صورتحال ہے۔ اس میں ہمارے لیے قرآن وحدیث میں بہت بڑی رہنمائی موجود ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1990ء میں خلیج کی جنگ کے دوران خطابات کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا اور کچھ آرٹیکلز بھی لکھے تھے، اُن سب کا نچوڑ: ’’سابقہ اور موجودہ مسلمان اُمتوں کا ماضی، حال اور مستقبل اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری‘‘ کے عنوان سے کتاب کی صورت میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ موجود ہے۔ ان خطابات اور آرٹیکلز میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے قرآن واحادیث کی روشنی میں حالات کا تجزیہ کیا تھا جو کہ بہت مقبول ہوا۔ آج کی اس نشست میں ہم اسی سبق کو

مرتب: ابوابراہیم

دہرانے کی کوشش کریں گے ان شاء اللہ۔ ایک آیت جو ڈاکٹر صاحبؒ بیان فرمایا کرتے تھے، یہ تھی:

﴿وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِیۡلًا ﴿۶۲﴾﴾ (الاحزاب) ’’اور تم ہرگز نہیں پاؤ گے، اللہ کے طریقے میں کوئی تبدیلی۔‘‘

اللہ کی سنت سے مراد اللہ کا قانون ہے جو کہ کبھی نہیں بدلتا۔ ہمارا ایمان ہے کہ اس دنیا میں جو ہو رہا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے، اللہ کے قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ کہیں ظلم ہو رہا ہے تو کیا اس میں بھی اللہ کا اذن شامل ہے؟ البتہ اللہ کی رضا نہیں۔ معروف قول ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر تو پتا بھی نہیں ہلتا، کیا اللہ ظلم اور ناانصافی کا حکم دے گا؟ معاذ اللہ۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں اللہ کے قانونِ عذاب اور قانونِ ہدایت کو سمجھنا ہوگا۔ قانونِ ہدایت کو سمجھنے کے لیے قرآن مجید کے دو مقامات پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ پہلا مقام ہے:

﴿وَیَهۡدِیۡۤ اِلَیۡهِ مَنۡ یُّنِیۡبُ ﴿۱۳﴾﴾ (الشوریٰ) ’’اور وہ اپنی طرف ہدایت اُسے دیتا ہے جو خود رجوع کرتا ہے۔‘‘

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ ؕ﴾ (الصف:5) ’’پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کردیا۔‘‘

اللہ کس کو ہدایت دیتا ہے، کس کو نہیں دیتا، اللہ ہدایت کا فیصلہ کب فرماتا ہے؟ کس کے لیے فرماتا ہے اور کسی کو گمراہ کرنے کا فیصلہ کب فرماتا ہے، اس کی تفصیل قرآن میں موجود ہے۔ اصولی بات یہ ہے کہ ہدایت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار (free will) دیا ہے۔ اگر وہ ہدایت کا طلب گار ہو۔ اللہ ہدایت کے راستے کھول دے گا۔ لیکن اگر وہ گمراہی پر ہی اڑا رہے اور ہدایت کو پسند ہی نہ کرے تو پھر اللہ کسی کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ قرآن کے ان مقامات کو سامنے رکھا جائے تو اللہ کے قانونِ ہدایت کو سمجھنا آسان ہوگا۔ اسی طرح اللہ کے قانونِ عذاب کے متعلق بھی قرآن کے تمام مقامات کو سامنے رکھیں گے تو اس کی وضاحت ہو جائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر پتا بھی نہیں ہلتا، آج اُمت پر جو مصائب نازل ہو رہے ہیں، کیا وہ اللہ کے اذن کے بغیر ہو سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہمیں اللہ کے قانونِ عذاب کو سمجھنے سے ملے گا۔ ہر مصیبت اور عذاب کے کچھ اسباب بھی ہوتے ہیں۔ وہ اُمت جو اللہ کو مانتی ہے، قرآن کو مانتی ہے، جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتی ہے اور جس کو خیر اُمت کہا گیا، اُمت وسط کہا گیا، آج اس کا بیڑا غرق ہو چکا ہے۔ عالمی سطح پر بھی اور ملکی سطح پر بھی مسلمانوں کی نہ جان محفوظ ہے، نہ مال محفوظ ہے، نہ عزت محفوظ ہے، نہ حیا اور ایمان محفوظ ہے۔ آج ہمارے زوال کی انتہا یہ ہے کہ بجلی کے بل بھی ہمارے حکمران خود طے نہیں کر سکتے، آئی ایم ایف کے احکامات کے پابند ہو

چکے ہیں۔ پٹرول کی قیمت خود طے نہیں کر سکتے۔ آئی ایم ایف کے احکامات کے پابند ہو چکے ہیں۔ بقول ڈاکٹر اسرار احمدؒ آج ہم نہ تین میں ہیں اور نہ تیرہ میں۔ اس کی وجوہات کو انہوں نے اللہ کے قانون عذاب کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا۔ ان کا ایک مختصر کتابچہ بھی ''قرآن کا قانون عذاب'' کے عنوان سے ہے۔

سمجھنے کی پہلی بات یہ ہے کہ یہ دنیا جسے ہم حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں، اصل میں حقیقی زندگی نہیں ہے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: اے لوگو! آج تم سو رہے ہو، جب موت آئے گی اور دنیا کا پردہ ہٹے گا تو تم جاگو گے۔ جب یہ پردہ ہٹا تو فرعون کو بھی حقیقت سمجھ میں آ گئی تھی اور پکار اٹھا تھا کہ میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں۔ مگر اس وقت ایمان لانا معتبر نہیں تھا۔ یہ دنیا مقصود نہیں ہے، اس میں دکھ ہے، تکلیف ہے، پریشانی ہے۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک: 2) ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔''

اصلاً یہ دنیا دار العمل ہے، اللہ نے عمل کا موقع سب کو دیا ہے۔ چاہے کوئی اچھا عمل کرے یا برا کرے۔ سورۃ الدھر کے شروع میں بتا دیا:

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③﴾ ''ہم نے اس کو راہ بھا دی اب چاہے تو وہ شکر گزار بن کر رہے چاہے ناشکرا ہو کر۔''

چہرے کی رنگت، قد کاٹھ وغیرہ کی بنیاد پر کسی کو جنت یا جہنم نہیں ملے گی کیونکہ اس معاملے میں انسان کا اختیار نہیں ہے۔ انسان کا اختیار عمل کے میدان میں ہے اور اسی بنیاد پر آخرت میں فیصلے ہوں گے۔

﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ⑮﴾ (مریم) ''اور قیامت کے دن سب کے سب آنے والے ہیں اس کے پاس اکیلے اکیلے۔''

یوم حساب کا اقرار ہم ہر نماز میں کرتے ہیں:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○﴾ (الفاتحہ: 3)

یہ اور بات ہے کہ مسجد سے باہر نکلتے ہی ہم یہ بات بھول جاتے ہیں۔ دکان پر بیٹھتے ہوئے، گھر والوں سے معاملات کرتے ہوئے، دوسرے لوگوں سے برتاؤ کرتے ہوئے ہمیں شاید یہ اقرار یاد نہیں رہتا۔ حکمران، ججز، ممبران پارلیمنٹ کو شاید یہ یاد نہیں رہتا۔ کچھ مصائب اور عذاب ہمارے اعمال کی بدولت بھی دنیا میں ہم پر نازل ہوتے ہیں۔ انفرادی سطح پر کچھ مصائب اور پریشانیاں آزمائش کے لیے بھی ہوتی ہیں، کچھ بندے کی اصلاح اور بہتری کے لیے بھی ہوتی ہیں۔ بیماری اور تکلیف آتی ہے، بندہ صبر کرتا ہے، اللہ اجر دیتا ہے۔ بعض مصائب کی وجہ سے گناہوں کی معافی مل جاتی ہے۔ بعض دنیوی مصائب سے مسلمان کے آخرت میں درجات بڑھتے ہیں۔ کبھی کچھ مصائب انسان کو جھنجھوڑنے کے لیے آتے ہیں کہ بندہ اللہ کی طرف رجوع کرے، توبہ استغفار کرے اور اللہ اسے بخش دے۔ یہ مباحث اپنی جگہ پر ہیں۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں جو جیسا عمل کرے گا، ویسا ہی بدلہ وہ آخرت میں پائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (الحشر: 18) ''اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے!''

لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم آخرت کی زندگی کے لیے آگے کیا بھیج رہے ہیں۔ کیا ہم موت کے لیے تیار ہیں؟ کیا ہم نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملے میں خود کو آخرت کی جوابدہی کے لیے تیار کر لیا ہے۔

قانون عذاب کے حوالے سے اجتماعی سطح پر البتہ معاملہ مختلف ہے۔ قرآن مجید میں ہم مختلف قوموں کے حالات اور انجام کے متعلق پڑھتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قوموں کے اجتماعی گناہوں اور سرکشیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر دنیا میں بھی عذاب بھیجتا ہے، ان کو دنیا میں بھی سزائیں ملتی ہیں۔ قوموں کے فیصلے ان کے اجتماعی اعمال کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے ہاں سے طے ہوتے ہیں اور بعض اوقات قوموں کے اجتماعی اعمال کی وجہ سے بدلوگوں کے ساتھ ساتھ نیک لوگ بھی پستے ہیں۔ نیک بندے کی نیکی اور ایمان اُسے آخرت میں فائدہ دیں گے لیکن دنیا میں اجتماعی مصائب میں نیک لوگ بھی پس سکتے ہیں۔ بعض اوقات وہ لوگ بچا لیے جاتے ہیں جو برائی کے خلاف کھڑے ہوتے ہیں۔ سورۃ الاعراف میں سبت والوں کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

﴿اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ﴾ (آیت 165) ''ہم نے بچا لیا اُن کو جو برائی سے روکتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ کسی قوم کے بارے میں اللہ کی طرف سے عذاب کا اگر فیصلہ ہو جائے تو جو لوگ نہی عن المنکر کے فریضے کو ادا کرتے ہیں اُن کے لیے استثنیٰ ممکن ہے۔ موجودہ اُمت کو اسی فریضہ کی ادائیگی کے لیے کھڑا کیا گیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران: 110) ''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے۔''

اس اُمت کو تو ساری انسانیت کی فکر کرنی تھی، دنیا کے لوگوں کو نیکی کا حکم دینا تھا اور برائی سے روکنا تھا۔ یہی کام اللہ کے رسول ﷺ کر رہے تھے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الاعراف: 157) ''وہ انہیں نیکی کا حکم دیں گے تمام برائیوں سے روکیں گے۔''

ختم نبوت کے بعد یہ فریضہ اُمت نے انجام دینا ہے۔ تنظیم اسلامی کے فورم سے ہر تین مہینے بعد پورے پاکستان میں کسی منکر کے خلاف آگاہی مہم چلائی جاتی ہے، کبھی سود کے خلاف، کبھی بے حیائی کے خلاف اور ابھی کراچی میں ہمارے ساتھیوں نے وراثت میں بیٹیوں کو حق نہ دینے کے خلاف مہم چلائی ہے۔ ان مہمات کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ان برائیوں کے دنیوی اور اُخروی نقصانات کیا ہیں۔ یہی کام اس اُمت نے پوری دنیا میں کرنا تھا۔ اگر اُمت اس فریضہ کو ادا نہیں کر رہی تو قرآن کی روشنی میں اسے عذاب سے بچنے میں استثنیٰ حاصل نہیں ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے جو سبت والے واقعے میں بیان ہوا۔ قرآن مجید میں بار بار اُن قوموں کا ذکر آتا ہے جن کی طرف رسول بھیجے گئے لیکن وہ برائیوں سے باز نہیں آئے تو اللہ نے ان پر سخت عذاب بھیجے۔ ان میں سے کچھ شرک میں مبتلا تھیں، قوم لوطؑ ہم جنس پرستی میں مبتلا تھی، اس پر پہلے پتھر برسائے گئے، اندھا کیا گیا، پھر اُٹھا کر پٹخ دیا گیا اور بحیرہ مردار (Dead Sea) میں غرق کر دیا گیا۔ اسی طرح قوم شعیبؑ ناپ تول میں کمی کے جرم میں ملوث تھی، اس پر آسمان سے شعلے برسائے گئے، پھر زلزلہ مسلط کیا گیا۔ قوم فرعون کو غرق کیا گیا۔ اس طرح قوموں پر عذاب کی ایک وجہ اُن کی سرکشی اور دین سے بغاوت بھی ہوتی ہے۔

وہ قومیں جو اللہ کو مانتی ہیں، اللہ کے رسولوں کو مانتی ہیں، اللہ کی کتابوں کو مانتی ہیں، خاص طور پر جن کو اللہ نے اُمت کا درجہ دیا اور اللہ کے رسولوں کے مشن میں اُن کا ساتھ دینے اور اللہ کی کتاب کے نفاذ کا تقاضا کیا، وہ اگر اللہ کے رسولوں کا ساتھ نہ دیں اور اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیں، آخرت کو فراموش کر دیں، تو ان پر بھی عذاب آیا کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی طرف اللہ

نے رسول بھیجے جنہوں نے اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے جہاد و قتال کا تقاضا کیا تو بنی اسرائیل نے انکار کر دیا اور دین سے بغاوت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت اور محتاجی تھوپ دی۔ سورۃ البقرۃ میں ہی ذکر آتا ہے: ﴿وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ﴾ (آیت 61)

”اور ان پر ذلت وخواری اور محتاجی و کم ہمتی تھوپ دی گئی۔“

آج ہمارا حال بھی یہی ہے۔ دنیا بھر میں آج ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ اس لیے کہ ہم اللہ کو ماننے والے تھے، اللہ کے رسولوں اور کتابوں کو ماننے والے تھے، آخرت کو ماننے والے تھے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی نمائندگی کے لیے چنا تھا۔ لیکن ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کے مشن کو چھوڑ کر، اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال کر اور دنیا کی محبت میں ڈوب کر اپنی ذلت و رسوائی کا فیصلہ خود کر لیا۔ آج دنیا بھر میں ہم مصائب اور ظلم کا شکار ہیں، سب سے سستا خون ہمارا ہے۔ ہماری سیاست، معیشت، معاشرت اغیار کی محتاج ہے۔ ہم اپنے فیصلے خود نہیں کر سکتے۔ ہر دن ہماری بربادی کا ایک نیا پیغام لے کر آتا ہے۔ کیا اللہ کو ہم پر رحم نہیں آتا؟ کیا اللہ الرحمٰن اور الرحیم نہیں ہے؟ کیا اللہ علی کل شیٔ قدیر نہیں ہے جس نے فرعون کو غرق کر دیا، وہ نتن یاہو اور ٹرمپ کو سزا نہیں دے سکتا؟ وہ علی کل شیٔ قدیر ہے مگر اس کا قانون عذاب بھی موجود ہے کہ جب کوئی اُمت اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دے، اپنے پیغمبرؑ کے مشن کو بھول جائے، آخرت کو بھول جائے اور دنیا میں مگن ہو جائے تو پھر اُس پر عذاب آیا کرتے ہیں۔ یہ قانون بنی اسرائیل پر بھی لاگو ہوا اور موجودہ اُمت مُسلمہ کے لیے بھی یہی قانون ہے۔ اللہ کا قانون بدلا نہیں کرتا۔

آج دنیا میں 57 مسلم ممالک ہیں لیکن کہیں بھی اللہ کا دین بتمام و کمال نافذ نہیں ہے۔ حج ہو جائیں گے، عمرے ہو جائیں گے، روزے ہو جائیں گے، نمازیں ہو جائیں گی، عید منالیں گے، صدقہ خیرات، قربانی سب کچھ ہو جائے گا مگر اسلامی نظام کدھر ہے جس کے لیے اس اُمت کو کھڑا کیا گیا تھا؟ یہی ہماری ذلت کا اصل سبب ہے۔ ہم نے تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے اس کی طرف توجہ دلانے کے لیے متعدد بار ”توبہ کی پکار“ کے عنوان سے مہم چلائی۔ بجائے اس پکار پر توجہ دینے کے اُلٹا لوگ مسیج کرتے تھے کہ کیا توبہ کرنے سے مسئلہ حل ہو جائے گا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون! کیا ہم اتنے بے باک ہو گئے کہ اللہ کے کلام پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم نے اللہ کے کلام کو بیان کیا، یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ایک ثبوت ہے جب اُس قوم نے توبہ کی تو آیا ہوا عذاب ٹل گیا۔ ہم چوری پر سینہ زوری کے مصداق توبہ کی پکار پر بھی لبیک کہنے کو تیار نہیں۔ اللہ اکبر کبیرا! ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا آج اللہ کا دین ہماری ترجیحات میں ہے؟ مولانا الطاف حسین حالی کتنے برس قبل کہہ گئے۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسلؐ وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

آج ہم سب اپنی ذات سے شروع کریں اور حکمرانوں تک چلے جائیں، کہیں بھی اللہ کا دین ترجیح ہے؟ چند باتوں پر غور کرنے سے ہم اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

پہلی بات! اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ طے تھا جو نماز نہیں ادا کرتا وہ (عملی طور پر) کافر ہے۔ آج ہم دیکھ لیں کہ کتنے لوگ پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں اور جماعت میں کتنے لوگ شامل ہوتے ہیں۔

دوسری بات! اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کو ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے سخت سزا دی۔ آج ہم دیکھ لیں کہ ہمارے ہاں حرام خوری، ذخیرہ اندوزی، لوٹ کھسوٹ کس قدر عام ہو چکی ہے۔ یہاں تک کہ سود کو اللہ نے حرام اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ قرار دیا اور ہمارا پورا معاشی نظام سود کی بنیاد پر کھڑا ہے۔ تکبر بھی حرام ہے، حسد بھی حرام ہے، غیبت بھی حرام ہے، رشوت بھی حرام ہے۔ مگر آج حرام ہمیں کوئی جرم نہیں لگتا۔

تیسری بات! اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يَرۡفَعُ بِهٰذَا الۡكِتَابِ أَقۡوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ)) ”بے شک اللہ اس قرآن کی بدولت قوموں کو عروج عطا کرے گا اس کو ترک کر دینے کی وجہ سے ذلیل و رسوا کر دے گا۔“

آج دنیا جہاں کی تعلیم کے لیے ہم کروڑوں خرچ کرتے ہیں، پچاس پچاس ہزار روپے صرف ٹیوشن کی فیس دیتے ہیں لیکن اللہ کی کتاب کو فری میں پڑھنے، سیکھنے سمجھنے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ صرف رمضان میں بطور ثواب بھی ہم قرآن کو کھول لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے پی ایچ ڈی سکالرز بھی قرآن کے فہم سے محروم ہیں۔

چوتھی بات! اس اُمت کو اللہ کے دین کی دعوت اور اس کے نفاذ کی جدوجہد کے لیے کھڑا کیا گیا۔ آج یہ کام ہم نے دینی جماعتوں اور علماء کرام کے ذمہ لگا دیا۔ کیا باقی سب اُمتی نہیں ہیں؟ کیا باقی سب کو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نہیں چاہیے؟

پانچویں بات! گھر میں اگر گلاس ٹوٹ جائے، ایل سی ڈی، سمارٹ فون کی سکرین ٹوٹ جائے تو غصہ آتا ہے! آج معاشرے میں اللہ کے احکام کی دھجیاں اُڑائی جارہی ہیں۔ کیا اللہ کا حکم ٹوٹنے پر ہمارے چہرے کا رنگ بھی بدلتا ہے؟ اگر اللہ کا دین ہماری ترجیح میں شامل ہی نہیں ہے، اللہ ہماری ترجیح میں شامل نہیں ہے تو کیا ہماری دعائیں قبول ہوں گی؟ کیا اللہ کی مدد اور رحمت آئے گی؟

اسی طرح حکمرانوں کی سطح پر بھی پانچ باتوں کا جائزہ لے کر بتائیں کہ کیا اللہ کا دین ان کی ترجیح میں شامل ہے؟ پہلی بات! کتنے عرصہ سے ہم کہہ رہے ہیں کہ قرآن پاک کے 29 نسخے ناپاک حالت میں رکھے ہوئے ہیں، ان کو شرعاً غسل دینا اور پھر احترام کے ساتھ ان کی تدفین کرنا واجب ہے۔ لکھ کر بھی بھیجا اور سوشل میڈیا پر بھی، پریس ریلز کے ذریعے بھی توجہ دلائی مگر حکمرانوں کی سطح پر سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کے لیے تو وقت ہے، اسمبلی کے اجلاس بھی بلائے جاتے ہیں، بل بھی پاس ہوتے ہیں لیکن کیا قرآن کی حرمت بھی ان کی ترجیح میں شامل ہے؟ قرآن کے مذکورہ بالا نسخوں کو پاک کرنے میں حکومت کو کیا دقت ہے؟

دوسری بات! امریکہ میں قید ایک مسلمان نے امریکی فوجیوں کا قتل کیا تھا، آج امریکہ اعلان کر رہا ہے کہ اس کی سزائے موت کو لائیو ٹیلی کاسٹ کیا جائے گا۔ ادھر ہماری سپریم کورٹ نے گستاخ رسول کو سزائے موت کے سنائے گئے فیصلہ پر اُس کی اپیل خارج کر دی ہے۔ اب اس سزا پر عمل درآمد کیوں نہیں ہو رہا؟ 400 کیسز اس وقت عدالت میں موجود ہیں، اتنی گستاخیاں ہو رہی ہیں، اگر مقتدر حلقوں کی شان میں گستاخی ہو جائے تو سافٹ ویئر اپ ڈیٹ کر دیا جاتا ہے، کیا محمد مصطفیٰ ﷺ کی کوئی حرمت اور اہمیت نہیں ہے؟ (معاذ اللہ)

تیسری بات! اللہ نے سود کو حرام قرار دیا ہے، وفاقی شرعی عدالت نے اپریل 2022ء سے ایک بار پھر ہر قسم کے سود بمعہ بینک انٹرسٹ کے ربا یعنی حرام ہونے کا فیصلہ دیا ہوا ہے۔ کم از کم ملک کا اندرونی سود تو حکومت ختم کر سکتی ہے۔ بعد میں آئی ایم ایف وغیرہ سے بھی نمٹ لیا جا سکتا ہے۔ ہمارے بجٹ کا 43 فیصد سود کی ادائیگی پر خرچ ہوتا ہے، کہا جا رہا ہے کہ 2040ء تک بجٹ کا 90 فیصد سود کی مد میں خرچ ہوگا۔ اس صورت میں ملک کہاں کھڑا ہوگا؟

چوتھی بات! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلم حکمرانوں کے کرنے کے کام بتاتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ (الحج: 41) ”وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کردیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔“

اصولاً تو نماز جمعہ اور نماز عیدین بھی حکمران یا اُس کے مقرر کردہ نمائندہ کو پڑھانی چاہئیں۔ نماز کا پورا نظام قائم کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ اگر دل میں اللہ کا خوف ہوگا تو حکمرانی کے معاملات بھی سیدھے ہو جائیں گے۔ اگر دل میں اللہ کا خوف نہیں ہے تو عوام کا کیا خاک خیال کریں گے۔

پانچویں بات! لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ اگر ملک میں امن ہی نہیں ہے تو کیا خاک حفاظت ہوگی۔ خبریں آتی ہیں کہ سکول کی چھت گرنے سے اتنے معصوم بچے جان کی بازی ہار گئے، کہیں بلڈنگیں گرتی ہیں تو بے گناہ لوگ جاں بحق ہو جاتے ہیں۔ ان بلڈنگوں کو NOC کون جاری کر رہا ہے؟ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا تھا: ”دریائے فرات کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے تو عمرؓ سے پوچھ ہوگی۔“ آج بھوک اور افلاس کی وجہ سے کتنے لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں۔ انسانی جانیں قیمتی ہیں، چاہے پولیس اہلکار ہو، فوجی ہو، سویلین ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قسم اٹھا کر فرمایا تھا: ”اے کعبہ! تو اللہ کے ہاں محترم ہے مگر ایک مومن کی جان تجھ سے زیادہ محترم ہے۔“ گورنر راج، یا ایمرجنسی لگانے سے حالات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ بے شک بیرونی سازشیں بھی ہیں لیکن ہمیں اپنے اعمال بھی دیکھنے چاہئیں، سب سے پہلے اللہ کے ہاں سچی توبہ کرنی چاہیے اور اس کے بعد جن لوگوں کے ساتھ ظلم ہوا ہے، ناانصافیاں ہوئی ہیں، ان کا ازالہ کرنا چاہیے۔ ملک میں جو لوگ ناراض ہیں انہیں منانے کی کوشش کرنی چاہیے اور امن کے لیے بھائی چارہ قائم کرنا چاہیے۔ طاقت سے زبانیں تو خاموش ہو جائیں گی مگر دل میں نفرتیں مزید بڑھیں گی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اللہ کے دین کو اپنی ترجیح بنائیں۔ جب دین ترجیح میں ہوگا تو تمام معاملات ٹھیک ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

❁❁❁

پریس ریلیز 23 اکتوبر 2026ء

صیہونی پوری نوعِ انسانی کو غلام بنا کر اپنا دجالی نظام مکمل طور پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ ٹرمپ کا فرانس میں جاری فسادات کو اسلام اور مسلمانوں کی نقل مکانی سے جوڑنا انسانیت سے گری ہوئی حرکت ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں جاری جنگوں نے دنیا کو معاشی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ مسلم ممالک ہوش کے ناخن لیں اور آپس کی جنگ بند کر کے اپنے اصل دشمن کے خلاف متحد ہوں۔

شجاع الدین شیخ

صیہونی پوری نوعِ انسانی کو غلام بنا کر اپنا دجالی نظام مکمل طور پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ ٹرمپ کا فرانس میں جاری فسادات کو اسلام اور مسلمانوں کی نقل مکانی سے جوڑنا انسانیت سے گری ہوئی حرکت ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں جاری جنگوں نے دنیا کو معاشی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ مسلم ممالک ہوش کے ناخن لیں اور آپس کی جنگ بند کر کے اپنے اصل دشمن کے خلاف متحد ہوں۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ مشرقِ وسطیٰ میں ایران کے حمایت یافتہ حوثیوں اور سعودی عرب کے مابین جنگ کا فائدہ اسرائیل سمیت طاغوتی قوتوں کو ہی ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی آپس کی دشمنیوں اور جنگ کا فائدہ اُٹھا کر صیہونی گریٹر اسرائیل کے ابلیسی منصوبے کو تیزی سے آگے بڑھا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صیہونیوں نے ایک عرصہ سے دنیا کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ دوسری طرف مغرب کے نام نہاد ترقی یافتہ ممالک میں بھی حکومتوں نے عوام کو روزی روٹی اور سودی قرضے کے گھن چکر میں اس طرح پھنسا رکھا ہے کہ اُنہیں اپنے روحانی وجود کی طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں دی جاتی۔ مغرب کا عام انسان ہفتے کے پانچ دن معاشی دھن میں مصروف رہتا ہے اور چھٹی کے دو دنوں میں ’تفریح‘ کے نام پر بدمستی میں ڈوبا رہتا ہے۔ لیکن عالمی حالات خصوصاً روس، یوکرین جنگ اور مشرقِ وسطیٰ کی سنگین صورتِ حال، پھر سودی قرضے نے ترقی یافتہ مغربی ممالک کو بھی معاشی حوالے سے اس قدر نقصان پہنچایا ہے اور تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے کہ وہ طرزِ زندگی جس کے مغربی عوام دلدادہ تھے، اب اُن کی حکومتیں اُن سے چھین رہی ہیں۔ امیر تنظیم نے کہا کہ صیہونیوں کا طے شدہ ایجنڈا ہے کہ اپنی دجالی حکومت کے قیام کے لیے مغربی ممالک اور اُن کے عوام کو بھی پیس کر رکھ دیا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ ٹرمپ کا فرانس میں جاری فسادات کو اسلام اور مسلم ممالک سے نقل مکانی کر کے فرانس میں بسنے والے مسلمانوں سے جوڑنا نہ صرف انسانیت سے گری ہوئی حرکت ہے بلکہ صیہونیوں کے عالمی استعماری ایجنڈا کا ہی ایک حصہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلم ممالک کے حکمران اور مقتدر حلقے اب بھی اپنے اصل دشمن کو پہچان کر ہوش کے ناخن نہیں لیتے تو بہت بڑے نقصان کا اندیشہ ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اگر اُمتِ مُسلمہ اپنی عظمتِ رفتہ بحال کرنا چاہتی ہے اور طاغوتی قوتوں کو منہ توڑ جواب دے کر مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتی ہے، تو اُسے متحد ہو کر اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو قائم اور نافذ کرنا ہوگا۔ اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی مضمر ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

عرب اور افریقی ممالک کو جس طرح عرب سپرنگ کے ذریعے تباہ کیا گیا اب یورپ میں مظاہروں سے وہی کام لیا جائے گا: رضاء الحق

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد پر عالمی سطح پر جو تہذیب پروان چڑھی وہ اب بے نقاب ہو رہی ہے: ڈاکٹر حسن صدیق

یورپی ممالک نے صیہونیوں کے ہاتھوں استعمال ہو کر دنیا میں جو لوٹ مار کی اور مظالم ڈھائے، اس کا خمیازہ اب وہ خود بھی بھگتیں گے: پروفیسر یوسف عرفان

میزبان: وسیم احمد

"عالمی سطح پر مظاہروں کے اصل محرکات اور ممکنہ نتائج"

پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: فرانس سے لے کر یورپ، امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک میں عوام سڑکوں پر ہیں۔ حکومتوں کے خلاف نعرے لگاتے اور اپنے پسندیدہ نظام حکومت سے ٹکراتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ کیا یہ احتجاج تعلیمی اداروں کی بہتری، کرپشن، مہنگائی، بے روزگاری، پنشن اصلاحات، معاشی بدحالی اور حکمرانوں پر عدم اعتماد کا اظہار ہے، دنیا میں کسی بڑی سیاسی اور معاشی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے یا موجودہ عالمی نظام کے خلاف بڑا عوامی ریفرنڈم؟ ہم آج کے پروگرام میں فرانس اور دیگر ممالک میں جاری احتجاجی مظاہروں کے پس منظر اور پیش منظر پر تجزیہ حاصل کریں گے اور یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ سڑکوں پر لگنے والے نعروں کے پیچھے اصل حقائق کیا ہیں؟ لوٹ مار اور دھینگا مشتی پر مشتمل اس بھرپور عوامی احتجاج کی وجوہات کیا ہیں؟ کیا وہاں کی حکومتیں عوامی مطالبات سننے اور ماننے کے لیے تیار ہیں یا طاقت کے ذریعے اس توانا عوامی آواز کو دبانے کی کوشش کی جائے گی۔ ہم یہ بھی جاننے کی کوشش کریں گے کہ عالمی سیاست اور معیشت پر ان مظاہروں کے کیا ممکنہ اثرات اور نتائج برآمد ہوں گے۔ میرے ساتھ شریک گفتگو ہیں: ترجمان تنظیم اسلامی جناب رضاء الحق صاحب، معروف دانشور اور مصنف پروفیسر محمد یوسف عرفان صاحب، ریسرچ سکالر ڈاکٹر حسن صدیق صاحب۔

سوال: فرانس اور دیگر ممالک میں آج کل جو مظاہرے جاری ہیں، ان کے بارے میں ہمیں بتائیں کہ کیا یہ چند حکومتی پالیسیوں کا ردعمل ہے یا یہ عالمی سیاسی اور معاشی نظام کے خلاف بغاوت کا اظہار ہے۔

ڈاکٹر حسن صدیق: علامہ اقبال نے آج سے تقریباً سو سال قبل مغرب کے بارے میں پیشین گوئی کر دی تھی۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

آپ کو معلوم ہے کہ فرانس میں ہی سب سے پہلے جمہوریت ایک خونی انقلاب کے طور پر آئی جس کی آڑ میں سرمایہ دارانہ نظام پروان چڑھا اور پھر اس نے عالمی سطح پر اپنے پنجے گاڑ لیے۔ اب اس ظالمانہ اور طبقاتی نظام کے اثرات مقامی سطح پر بھی اور عالمی سطح پر بھی ظاہر

مرتب: محمد رفیق چودھری

ہو رہے ہیں۔ اس سرمایہ نظام کی بنیاد پر جو تہذیب پروان چڑھی وہ اب بے نقاب ہو رہی ہے۔ وہ لوگ جو خود کو تہذیب یافتہ کہتے تھے، اب کس طرح لوٹ مار کر رہے ہیں اور دکانیں لوٹ رہے ہیں جیسے کئی دنوں کے بھوکے ہوں۔ ایک اندازے کے مطابق 1500 سے زائد دکانوں کو انہوں نے لوٹا ہے اور تقریباً 400 سے 500 ملین یورو کا نقصان ابھی تک ہو چکا ہے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے امیر اور غریب کے درمیان خلیج بہت وسیع ہو چکی ہے۔ اس وقت فرانس میں 10 فیصد کے قریب بے روزگاری ہے۔ دوسری طرف فرانس ایک لحاظ سے اس تہذیب اور نظام کا کھوچل رہا ہے جسے آپ ابلیسی نظام کہہ سکتے ہیں۔ دنیا بھر میں جو سوشل انجینئرنگ ہوتی ہے اس کا آغاز وہیں سے ہوتا ہے۔ چاہے فیشن انڈسٹری ہو، سرمایہ داروں کا اکنامک ایجنڈا ہو، ایلیٹ کلاس کا ایجنڈا ہو، نوجوان نسل کا رہن سہن کا طریقہ ہو، دنیا کے ٹاپ برینڈز ہوں، ان سب کا آغاز وہیں سے ہوتا ہے۔ پھر اس تہذیب اور نظام کے خلاف احتجاج اور مظاہروں کا آغاز بھی وہیں ہوتا ہے، کم و بیش سات سال قبل ییلو ویسٹ کی تحریک بھی وہیں سے شروع ہوئی اور بہت سے دیگر یورپی ممالک میں پھیلی۔ کیونکہ عالمی سطح پر بھی اس ظالمانہ نظام کے خلاف لاوا پھٹ رہا ہے۔ تیل کی قیمتیں ہر ملک میں بہت زیادہ بڑھ چکی ہیں۔ انٹرنیشنل شپنگ رکی ہوئی ہے۔ آبنائے ہرمز میں اڑھائی ہزار کنٹینرز پر مبنی بحری جہاز بارودی سرنگ سے اڑا دیا گیا۔ فرانس سمیت یورپی ممالک نے پچھلے 500 سال سے کالونیل ازم کے تحت دنیا کو لوٹا ہے، افریقہ کو لوٹا، ساؤتھ امریکہ کو لوٹا، ایشیا کو لوٹا اور اب خود ان کو مکافات عمل کا سامنا ہے۔ خلافت عثمانیہ کے ٹکڑے کرنے اور ان ٹکڑوں پر اپنے مہرے بٹھانے کے بعد سرمایہ دارانہ نظام کا عروج اسی لوٹ مار اور ٹریڈ روٹس کی وجہ سے رہا اور اب اس کا زوال صاف نظر آ رہا ہے۔ خود امریکن تھنک ٹینکس بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ نظام اب خاتمے کی طرف جا رہا ہے اور امریکہ میں بھی مظاہرے ہوں گے۔ اسرائیل 30 سال سے امریکی حکومت پر دباؤ ڈال رہا تھا کہ ایران پر حملہ کرو لیکن امریکی اسٹیبلشمنٹ نہیں مان رہی تھی کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ایران کے خلاف اگر جنگ چھیڑی تو ایسے جال میں پھنس جائیں گے کہ ہمارا عالمی نظام کمزور ہو جائے گا۔ پھر صیہونی لابی ٹرمپ کو لے کر آئی، حالانکہ الیکشن سے پہلے اس کے خلاف مقدمات چل رہے تھے اور اس کے الیکشن جیتنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ نتین یاہو سے ملاقات کے بعد اس کے سارے مقدمات ختم

ہو گئے اور وہ جیت کر آ گیا اور وہی کیا جو صیہونی چاہتے تھے۔ لہٰذا عالمی سطح پر ایک تباہی کا امکان صاف نظر آ رہا ہے۔

سوال: فرانس کے علاوہ دیگر ممالک میں جو احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں ان کے بارے میں اپنا تجزیہ دیجیے کہ ان میں مشترکہ عوامل کیا ہیں؟

پروفیسر یوسف عرفان: اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو یورپ کے تین ملک ایسے تھے جنہوں نے دنیا میں استعماری نظام قائم کرنے میں لیڈنگ رول ادا کیا، ان میں فرانس، برطانیہ اور ہالینڈ شامل تھے۔ لیکن اس نظام کے پیچھے اصل محرک یہودی تھے۔ جیسے اقبال نے کہا تھا۔

تیری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے

انقلاب فرانس کے ذریعے وہ اپنے بندے اقتدار میں لے کر آئے۔ برطانیہ میں بھی یہی کچھ ہوا۔ عالمی سرمایہ دارانہ نظام قائم کیا اور اس کے ذریعے معیشت کو اپنے کنٹرول میں کیا۔ اسی معاشی طاقت کے بل بوتے پر انہوں نے عالم اسلام کو بھی زیر کیا اور دنیا کے تمام ممالک کو کنٹرول کیا۔ یورپی ممالک نے صیہونیوں کے ہاتھوں استعمال ہو کر دنیا میں جو لوٹ مار اور مظالم کیے، اس کا خمیازہ اب وہ خود بھی بھگتیں گے۔ فرانس سے جو تحریک شروع ہوئی ہے، یہ رکے گی نہیں، یہ برطانیہ، جرمنی، اٹلی سمیت تمام یورپ میں پھیلے گی اور امریکہ تک پہنچے گی۔ امریکہ کی 50 ریاستیں ہیں۔ جب وہاں مظاہرے شروع ہوں گے تو امریکی فوج کو پہلے سے تربیت دی گئی ہے کہ اپنے لوگوں کو اگر قتل کرنا پڑے تو گریز نہیں کریں گے۔ موجودہ عالمی نظام نے غریب اور امیر کا فرق بہت بڑھا دیا ہے۔ فرانس میں مظاہرے اسی وجہ سے شروع ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر امیر بستی کے ساتھ ساتھ غریبوں کی بستیاں ہیں جو کثرت میں ہیں لیکن ان کے لیے سہولیات نہیں ہیں، ان کے سکولوں میں اساتذہ نہیں ہیں، کہیں سکول کی عمارتیں نہیں ہیں۔ فرانسیسی حکومت ان کے حقوق کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ کسان بھی اپنی محرومیوں کی وجہ سے اس تحریک میں شامل ہو گئے، پھر وکلاء شامل ہوئے، اس کے بعد اپوزیشن بھی شامل ہو گئی۔ اب یہی صورتحال برطانیہ سمیت دیگر مغربی ممالک میں بھی پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ سرمایہ دار طبقہ اور ایلیٹ کلاس عوام کے حقوق کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو گئی ہے۔ حالانکہ وہ ہیومن رائٹس کا نام لیتے ہیں، قرض لیتے ہیں اور عوام کو کچھ نہیں دیتے۔ فرانسیسی انقلاب نے آزادی، مساوات اور اخوت کا نعرہ دیا تھا مگر سب اس کے الٹ ہوا۔ یہاں تک کہ اگر مظاہرے

ٹرمپ کی طرح یورپ کے اکثر بھی حکمران صیہونیوں کی کٹھ پتلیاں ہیں اور صیہونی ایجنڈے کے تحت وہ مظاہروں کی آڑ میں مسلم مہاجرین کو کچلنے کی کوشش کریں گے۔

نہ رکے تو فرانسیسی صدر ایمرجنسی بھی نافذ کر سکتے ہیں۔

سوال: کیا دنیا ایسے دور میں داخل ہو گئی ہے کہ ماڈرن کہلانے والے مغربی ممالک میں بھی اب عوام سڑکوں پر نکل کر حکومتی پالیسیاں تبدیل کروائیں گے یا وہاں بھی مارشل لاء، ایمرجنسی یا گورنر راج لگے گا؟

رضاء الحق: آج سے کوئی 23 سال قبل امریکہ میں فیما (فیڈرل ایمرجنسی مینجمنٹ ایجنسی) کے نام سے ایک ادارہ بنایا گیا تھا۔ اس کے مقاصد میں بتایا گیا کہ اگر ایسی ایمرجنسی صورتحال بنے جس میں عوام سڑکوں پہ آ جائیں تو ان کے خلاف پولیس یا فوج استعمال نہیں ہو گی بلکہ یہ ادارہ ان کو کنٹرول کرے گا۔ یہ سب تبدیلیاں یورپ میں ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ پچھلے کچھ عرصہ سے وہاں تمام دائیں بازو کے لوگ حکومتوں میں آ رہے ہیں۔ ان کے پیچھے صیہونی ہاتھ تو ہمیشہ سے رہا ہے اور بڑے عرصے سے پلاننگ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں کہ جب اُن کا مسیحا (دجال) آئے گا تو وہ دنیا کے نظام کو بدل دیں گے۔ دجال منتخب ہو کر نہیں آئے گا بلکہ وہ اپنی بادشاہت قائم کرے گا اور لوگوں سے کہے گا کہ میں تمہارے مسائل حل کروں گا۔ احادیث میں خبریں موجود ہیں کہ اس کے پاس دنیا کے خزانے ہوں گے، روٹیوں کے پہاڑ ہوں گے، ایک ہاتھ میں ''جنت'' اور دوسرے ہاتھ میں ''دوزخ'' ہو گی۔ ایسا لگ رہا ہے کہ وہ وقت قریب آ چکا ہے اور صیہونی ہر ملک میں انتشار اور افراتفری پیدا کر کے دنیا کے نظام کو الٹ رہے ہیں۔ پہلے عرب سپرنگ کے ذریعے انہوں نے عرب اور افریقی ممالک کے تختے اُلٹے، اب یورپ میں ایسے ہی مظاہرے شروع ہو چکے ہیں۔ ٹرمپ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مہاجر مسلمانوں کو ان میں ملوث کرنا چاہتے ہیں۔ اقبال نے کہا تھا۔

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو ہے پامردی مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

ٹرمپ کی طرح یورپ کے اکثر حکمران بھی صیہونیوں کی کٹھ پتلیاں ہیں اور صیہونی ایجنڈے کے تحت وہ مظاہروں کی آڑ میں مسلم مہاجرین کو کچلنے کی کوشش کریں گے۔ پاکستان میں بھی یہی صورتحال ہے، بلوچستان، کے پی کے، آزاد کشمیر سمیت کئی علاقوں میں مظاہرے ہو رہے ہیں۔

سوال: مغربی ممالک دنیا کے دیگر ممالک کو تو جمہوریت، انسانی حقوق اور آزادی اظہار رائے کا درس دیتے ہیں لیکن جب اس طرح کے کوئی مظاہرے اپنے ممالک میں شروع ہوتے ہیں تو یہ سارے اصول بھول جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

ڈاکٹر حسن صدیق: مغرب کے اس دوہرے معیار کی سب سے بڑی مثال آپ کے سامنے مصر میں موجود ہے۔ جب مرحوم ڈاکٹر مرسی حسنی مبارک کی ظالمانہ حکومت کو انتخابات کے ذریعے شکست دے کر حکومت میں آئے تو مغرب نے ڈاکٹر مرسی کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور ایک فوجی ڈکٹیٹر کے ذریعے اس کا تختہ اُلٹ دیا اور تحریر سکوائر میں ہزاروں مسلم مظاہرین کو ٹینکوں تلے کچل دیا۔ اب سارا یورپ جنرل سیسی کی ڈکٹیٹر شپ کو سپورٹ کر رہا ہے کیونکہ مسلم ممالک میں ڈکٹیٹرز کے ذریعے مغربی مفادات کا تحفظ آسان ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے نائن الیون سے دو سال قبل پاکستان میں پرویز مشرف کو لا کر ہماری سیاست اور عوام کو یرغمال بنایا گیا۔ اسی طرح مغرب کے عوام بھی یرغمال ہیں کیونکہ صیہونی پوری دنیا میں انسانوں کو غلام بنا کر اپنا ورلڈ آرڈر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت عوام کو کچھ سہولیات دے کر یہ دھوکہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے فیصلوں میں آزاد اور خود مختار ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور اب اس فریب کا نقاب اُلٹ چکا ہے۔ انسانی حقوق اور جانوروں کے حقوق کی بات کرنے والوں نے غزہ میں جس طرح انسانی خون بہایا ہے اس

کے بعد اب دنیا ان کا فریب جان چکی ہے۔ فرانس میں مظاہروں کے دوران لوگوں نے فلسطین کے جھنڈے اٹھا رکھے تھے۔ وہ نیتن یاہو کو سب سے بڑا دہشت گرد کہتے ہیں۔ عوام سمجھ چکے ہیں کہ دنیا کا معاشی اور سیاسی نظام صیہونیوں نے ہائی جیک کیا ہوا ہے۔ انہوں نے پہلے لندن کو اپنا ہیڈکوارٹر بنایا، پھر لندن سے واشنگٹن میں اپنا مرکز شفٹ کیا، اب وہ یروشلم کو اپنا مرکز بنانا چاہتے ہیں۔ اسی لیے وہ یورپ اور امریکہ میں انتشار پیدا کرکے ان کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح وہ ایران پر حملہ اس لیے کرنا چاہتے ہیں تاکہ ردعمل میں عرب ممالک پر حملے ہوں اور عرب ممالک کمزور ہوں۔ عرب ممالک کمزور ہوں گے تو گریٹر اسرائیل کا منصوبہ پورا ہو جائے گا۔ نیتن یاہو بار بار سعودی عرب سے کہہ رہا ہے کہ ہمارے ساتھ ہاتھ ملا لو، جب سعودی عرب اسرائیل کے ساتھ ہاتھ ملائے گا تو ایران کے لیے عرب ممالک پر حملوں کا جواز مزید مضبوط ہو جائے گا۔ برطانیہ سے تو سعودی عرب نے ہاتھ ملا لیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب خطے میں حالات مزید کشیدہ ہوں گے۔ حق اور باطل کی جنگ قریب ہے۔

سوال: آج کے دور میں سوشل میڈیا کا کردار بہت اہم ہو چکا ہے، جیسا کہ عرب سپرنگ میں اس نے بنیادی کردار ادا کیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ سوشل میڈیا نے عوام کی آواز کو طاقت دی ہے یا پھر یہ عوام کے لیے خطرے کی گھنٹی ثابت ہو رہا ہے؟

پروفیسر یوسف عرفان: ہر وہ خبر جو غیر مصدقہ ہے، وہ افراد، معاشرے اور ریاست کے لیے مہلک ہے۔ اس کی ایک بڑی مثال یہ ہے کہ جب نپولین کو برطانوی فوج کے ہاتھوں شکست ہوئی تو برطانیہ کے یہودیوں کو پہلے سے معلوم تھا۔ انہوں نے جھوٹی خبر پھیلائی کہ برطانوی فوج کو شکست ہوئی ہے۔ برطانیہ کی اسٹاک مارکیٹ بیٹھ گئی، یہودیوں نے دھڑا دھڑ اثاثے خریدنا شروع کر دیے۔ چھ گھنٹے بعد جب خبر پہنچی کہ برطانیہ کو فتح ملی تو اس وقت تک برطانوی عوام اپنا بہت زیادہ نقصان کر چکے تھے۔ اسی طرح آج کے دور میں سوشل میڈیا کو بڑی تکنیک کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس وقت ورلڈ اکانومی چین کے پاس ہے، پہلے صیہونی کمپنیوں کے پاس تھی۔ اگر چین کے ٹریڈ روٹس کامیاب ہوتے ہیں تو اصل نقصان اسرائیل کا ہوگا۔ اس کے لیے آبنائے ہرمز اور بحیرہ احمر کے تجارتی راستے بہت اہم ہیں۔ ان راستوں کے ذریعے مشرق اور مغرب کی ساری تجارت ہوتی ہے۔ اس لیے وہ یورپ میں سرمایہ لگانے کی بجائے اس پورے خطے میں انوسٹمنٹ کرکے اپنے مفادات کا حصول چاہتے ہیں جس سے یورپ میں حالات مزید خراب ہوں گے۔ یورپی ممالک کا بجٹ پہلے ہی خسارے میں ہے، اگر وہ عوام پر ٹیکس لگاتے ہیں تو حالات مزید بگڑیں گے۔ یورپ

> **مسلم ممالک میں ڈکٹیٹرز کے ذریعے مغربی مفادات کا تحفظ آسان ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے نائن الیون سے دو سال قبل پاکستان میں پرویز مشرف کو لا کر ہماری سیاست اور عوام کو یرغمال بنا لیا گیا۔**

اور امریکہ کے پاس ایک ہی حل ہے کہ وہاں کی افواج بھی عوام کا ساتھ دیں اور صیہونیت نواز حکومتوں کے تختے الٹ کر عوام کی نمائندہ حکومتیں بنائیں۔ پاکستان میں بھی دشمن کا مضبوط نیٹ ورک موجود ہے۔ اسی وجہ سے پاکستان طویل عرصے سے حالت جنگ میں ہے۔ اسرائیل ایران کے صوبہ بلوچستان میں آکر بیٹھنا چاہتا ہے، ادھر وہ سعودی عرب کی جغرافیائی تقسیم چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو سب سے زیادہ نقصان پاکستان کو ہوگا۔ پاکستان گھیراؤ میں آجائے گا۔

سوال: جب سے امریکہ، ایران اور اسرائیل کی جنگ شروع ہوئی ہے اور آبنائے ہرمز اور باب المندب کی بندش کی وجہ سے تیل اور گیس کی سپلائی متاثر ہوئی ہے تو پوری دنیا کی اکانومیز سنبھل نہیں پا رہی تھیں، اب فرانس اور دیگر ممالک میں مظاہرے بھی شروع ہو گئے، دنیا کی اکانومی پر اب مزید کیا اثرات پڑیں گے؟

رضاء الحق: کسی بھی ملک کے سیاسی نظام کا معاشی نظام کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔ آبنائے ہرمز اور باب المندب کی وجہ سے دنیا کی معیشت پر جو منفی اثرات پڑے ہیں، مظاہروں کی وجہ سے ان میں مزید اضافہ ہوگا۔ مغرب میں ایک عرصے سے عوام کا لائف سٹائل یہ تھا کہ وہاں ہر چیز ادھار پر لی جاتی تھی، عوام صبح سے شام تک محنت کرکے ادھار چکاتے تھے اور مزید ادھار لیتے تھے۔ اب جب تیل اور گیس کی بندش کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہوگی تو عوام پر معاشی دباؤ مزید بڑھے گا اور حالات مزید کشیدہ ہوں گے۔ تعلیم، صحت سمیت ہر شعبہ متاثر ہوگا۔ عوام کی مجبوری بن جائے گی کہ وہ باہر نکل کر مطالبات کریں مگر اب حالات کا واپس بہتری کی طرف جانا ممکن نہیں ہوگا۔ کیونکہ صیہونی کمپنیاں یورپ میں سرمایہ کاری کرنے کی بجائے اب مشرق وسطیٰ میں کریں گی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے چین کے BRI منصوبے کے مقابلے میں IMEC کا منصوبہ پیش کیا ہے۔ چین بھی اب خاموش نہیں بیٹھے گا وہ بھی اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے کوئی اقدام کرے گا۔

سوال: فرانس اور دیگر ممالک میں اس وقت جو احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں کیا آپ انہیں عرب سپرنگ ٹو کا نام دے سکتے ہیں؟

ڈاکٹر حسن صدیق: عرب سپرنگ جب شروع ہوئی تو ہم جیسے نادان لوگ بڑے خوش تھے کہ اب اس کے نتیجہ میں کوئی بڑا انقلاب آئے گا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ اس کے پیچھے CIA تھی اور انہوں نے سوشل میڈیا کا استعمال کرکے نوجوانوں کا استحصال کیا۔ اب یورپ میں جو مظاہرے ہو رہے ہیں ان کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ کیا رنگ لانے والے ہیں۔ واضح نظر آرہا ہے کہ ان کے پیچھے کوئی خفیہ ذہن کارفرما ہے۔ اب AI کے ذریعے غیر محسوس طریقے سے بھی لوگوں کے ذہنوں کو کنٹرول کیا جانے لگا ہے۔ اس حوالے سے بھی سوشل میڈیا کا ایک رول ہے۔ پھر یہ کہ ہر فرد کی نگرانی بھی بہت آسان ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ بندہ کیا سوچ رہا ہے، کیا کر رہا ہے، AI سے کیا پوچھ رہا ہے۔ ایک بات اظہر من الشمس ہے کہ یورپ کا معاشی نظام کرش ہونا ہے کیونکہ یورپ کا معاشی نظام صیہونی مالیاتی اداروں پر منحصر تھا اور صیہونی اب اپنی نئی گریٹ گیم میں مصروف ہیں۔ اسلام نے شروع میں ہی ہمیں ایک سبق دیا تھا۔ حضور ﷺ جب ہجرت کرکے مدینے گئے تو وہاں مارکیٹ پر یہودیوں کا کنٹرول تھا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ مارکیٹ قائم کی اور اسلامی معاشی اصول وہاں لاگو کیے۔ اس وقت بھی مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ یورپ، امریکہ اور IMF وغیرہ پر معاشی انحصار کرنے کی بجائے اپنا معاشی نظام تشکیل دیں۔ ایران ابھی تک اگر ڈٹا ہوا ہے تو اس کی بنیادی وجہ ہے کہ اس نے سائنسدان اپنے پیدا کیے، اپنی انڈسٹری لگائی، اغیار پر انحصار کم سے کم کیا۔ اگر ورلڈ بینک

اور IMF کے سہارے اپنی اکانومی چلاتے رہیں گے تو ہم ان کے کنٹرول میں چلے جائیں گے ۔ اس وقت پاکستان کے پاس ایک موقع ہے کہ وہ چین کے ساتھ مل کر اپنا ایک متبادل سسٹم بنا سکتا ہے جو بدقسمتی سے نہیں ہو رہا۔

سوال: اس وقت فرانس سمیت درجن بھر یورپی ممالک میں مظاہرے ہو رہے ہیں، کیا آپ ان کو جین زی ریولوشن کہہ سکتے یا یہ ایک وقتی احتجاجی لہر ہے جو اگلے چند ہفتوں میں ختم ہو جائے گی؟

پروفیسر یوسف عرفان: یہ مظاہرے جاری رہیں گے، حتیٰ کہ مارشل لا آنے کے بعد بھی جاری رہیں گے کیونکہ اس کھیل کو رچانے والے صیہونی اپنی ایڈوانسمنٹ جاری کر رکھے ہوئے ہیں ۔ آبنائے ہرمز میں امریکہ اپنی ملٹری پاور لے کر آ گیا ہے، قطر میں اس کا سینٹ کام کا اڈا ہے جہاں سے پورے علاقے کو کنٹرول کیا جاتا ہے ۔ یہ پورے خطے کو کمزور کر کے اسرائیل کی جھولی میں ڈالنے کا کھیل ہے ۔ پاکستان کے لیے بڑے چیلنجز ہیں، اسے گوادر کو بھی بچانا ہے، بھارت کو بھی جواب دینا ہے۔

رضاء الحق: میں سمجھتا ہوں کہ یہ پورا سرکل مکمل کر کے اس جگہ پر آئے گا جہاں پر پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہوا تھا اور امریکی حکام پہلے ہی صلیبی جنگ کا نام لے رہے ہیں اور احادیث میں بھی ایک بڑی جنگ کی خبر موجود ہے۔ مسلمانوں کے لیے نجات کا واحد راستہ یہ ہے کہ وہ متحد ہو جائیں ۔ دوسرا یہ کہ اپنے مقصد کو سمجھیں، اگر آپس میں لڑتے رہیں گے تو دشمن کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ تیسرا قدم ہمیں یہ اٹھانا چاہیے کہ اپنی نوجوان نسل کو آنے والے حالات سے باخبر کریں جن کو احادیث میں بیان کیا گیا ہے ۔ ساتھ ساتھ نوجوان کے مسائل حل کرنے اور ان کی محرومیوں کو دور کرنے کی بھی کوشش کریں ۔ احادیث مبارکہ میں خبریں موجود ہیں کہ اس خطے نے آخری زمانے میں ایک اہم کردار ادا کرنا ہے ۔ اسی خطے سے حضرت مہدی کی نصرت کے لیے بھی لوگ نکلیں گے اور پھر یروشلم پر صیہونی قبضہ ختم کروانے کے لیے بھی سیاہ جھنڈوں والے لشکر یہیں سے نکلیں گے ۔ دجال کا خاتمہ ہوگا اور اسلام پوری دنیا پر غالب ہوگا ۔ اس میں ہمارا کیا کردار ہوگا، ہمیں اس کی فکر اور تیاری کرنی چاہیے۔

❁❁❁

بقیہ: اداریہ

رفقاء گرامی! تنظیم اسلامی کو قائم ہوئے اب 51 سال ہو چکے ہیں، گویا اب اس کی عمر نصف صدی سے زیادہ ہے ۔ الحمد للہ اس عرصے میں ہماری پیش رفت مسلسل اور مستقل جاری ہے ۔ ہمیں اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے چونکہ یہ صرف اللہ کے فضل کی بدولت ممکن ہوا ہے اور آئندہ بھی اسی کی توفیق پر منحصر ہے ۔ اس موقع پر ہم میں سے ہر رفیق کو خود اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی قوت و توانائی، صلاحیت، مہارت، اوقات و وسائل کا کتنا حصہ اقامت دین کی جدوجہد میں صرف کر رہا ہے اور اگر کچھ کمی محسوس ہو تو پھر شعوری طور پر فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اس کو حتی الامکان دور کرے گا۔

اس موقع پر ہمارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی انقلابی فکر اور تنظیمی و تحریکی منہج کے اساسی مسلمات کا سبق دوبارہ تازہ کر لیں اور اس ضمن میں کسی نسیان کو راہ نہ پانے دیں۔

یہ مسلمات مختصراً درج ذیل ہیں:

1۔ ہمارا نصب العین صرف اور صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا اور آخرت کی فلاح کا حصول ہے۔

2۔ ہمارا اجتماعی جدوجہد کا ہدف اور مقصود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دین کو بتمام و کمال ایک مکمل نظامِ اجتماعی کی شکل میں نافذ کرنا ہے اور یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی ہدف ہے۔

3۔ ہماری دعوت کا مرکز و محور قرآن مجید ہے۔

4۔ ہمارا طریق تربیت و تذکرہ بھی ’’خانقاہی‘‘ نہیں بلکہ انقلابی یعنی نبوی طریق تزکیہ پر مبنی ہے۔

5۔ ہماری تنظیم کی اساس ’’بیعت سمع وطاعت فی المعروف‘‘ پر قائم ہے۔

6۔ ہمارا منہج انقلاب سیرت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے۔

اپنے اسی سبق کو دہرانے کے لیے، بھولے ہوئے سبق کو تازہ کرنے کے لیے، اپنے ہم مقصد رفقاء سے ملاقات کے لیے، ایک نئے عزم اور حوصلے کو بلند کرنے کے لیے یہ اجتماع زونل سطح پر چار مقامات پر منعقد کیا جا رہا ہے۔

آیئے مختصراً دیکھتے ہیں اس اجتماع سے ہمیں کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے تو ہماری فکر کی آبیاری ہوتی ہے ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق و تائید سے جذبہ جہاد ہمارے اندر بیدار ہوتا ہے ۔ پھر اس امت کے کاندھوں پر شہادت علی الناس کی جو عظیم ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور جس کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے اُمتِ مُسلمہ بحیثیت عمومی آج ذلیل و رسوا ہے، اس ذمہ داری کو ادا کرنے کا احساس پیدا ہوتا ہے ۔ اپنے اوقات اور اموال لگانے کی قربانی یعنی انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ حاصل ہوتا ہے ۔ منہج انقلاب نبوی ﷺ کی مناسبت سے جان کھپانے کا موقع بھی میسر آتا ہے ۔ ہمیں اپنے اکابرین سے استفادہ کا موقع میسر آتا ہے ۔ تنظیم کے اعتبار سے جو کام ہو رہا ہے اور جو پیش رفت ہو رہی ہے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں ۔ ہمارے دینی علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے ۔ آپس کی ملاقات سے ’’رحماء بینھم‘‘ کی مطلوبہ فضا جنم لیتی ہے جو کہ رب کی رضا کے حصول کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔

رفقاء کرام! ان عالمی گھمبیر حالات میں ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو مزید تیز کریں ۔ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر عفو و عافیت اور ملک و ملت کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگیں ۔ قوم کو جگانے کی خاطر دعوت کے عمل کو بھرپور طریقے سے آگے بڑھائیں اور اس متبادل زونل سالانہ اجتماع میں بھرپور جذبے کے ساتھ دین کی شہادت و اقامت کے اس مبارک کام کو تیز تر کرنے کے لیے شرکت کریں ۔ اللھم وفقنا لھذا ۔ آمین!

یقیناً اقامت دین کی جدوجہد میں اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھانے والے لوگ ہی دنیا کے خوش قسمت ترین لوگ ہیں ۔ اے اللہ رب العزت! ہم سب کو اپنا عہد نبھانے کی توفیق عطا فرما ۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

......اسے بھی پڑھا کرو!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

نیا کچھ بھی نہیں۔ جنگیں، احتجاجی مظاہرے، ملکوں ملکوں نوجوان احتساب کے پھریرے لہراتے، تھکے ٹوٹے استحصال زدہ عوام کی آواز بن کر ہنگامہ زن ہیں۔ فرانس سرفہرست ہے۔ جنگ زدہ ملک لگ رہا ہے۔ 18 ستمبر سے ہائی سکول اور پھر یونیورسٹی طلباء کے تعلیمی وسائل کی فراہمی پر بے توجہی اور ابتری سے مظاہرے شروع ہوئے۔ اسی دوران ایندھن کی کمی، مہنگائی، بدعنوانی پر 15 ستمبر سے احتجاج شروع تھا۔ ستمبر کے اواخر تک اس میں اساتذہ، ٹریڈ یونین افراد، 'ییلو ویسٹ' (پیلی کوٹی) نامی تحریک، (جو عوام کے لیے مصارف زندگی، اخراجات میں اضافہ، معاشی عدم مساوات پر 2018ء میں اٹھی تھی۔) بھی شامل ہوکر 17 اکتوبر تک ایک شدید طوفانی صورت اختیار کرگئی۔ 8 لاکھ افراد درجنوں شہروں میں تحریک کا حصہ بن گئے۔ 2400 گرفتار، ایک ہزار پولیس والے زخمی، پولیس پر پتھراؤ، بوتلاؤ (پٹرول بھری بوتلیں دے ماریں۔) گھیراؤ، جلاؤ، لوٹ مار، 1500 بزنس (تجارتی مقامات، دوکانیں) تباہ، کروڑوں یورو کا نقصان۔ جلی ہوئی سائیکلیں، کوڑے کے جلے ہوئے ڈبے، سیاحتی دفتر، ایک تاریخی ٹاؤن ہال نذرِ آتش کرکے تباہ کرڈالا، آگ کے شعلوں میں گھرا۔ جس پر ایک جلے بھنے کا تبصرہ تھا کہ 'یہ دو مرتبہ کی جنگ عظیم سہہ گیا مگر رات بھر میں 'اسلام' کی بھینٹ چڑھ گیا! حالانکہ ٹاؤن ہال کے جلانے یا فرانسیسی غم وغصے کے کھولاؤ میں اسلام کیسے آن ٹپکا؟ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ مغرب میں ہر بلا اور تہمت فرانس ہو یا امریکہ، سیدھی اسلام اور مسلمان پر جا لگتی ہے۔ مغربی بدمعاش خونخوار، استعماری مزاج گروہ صاف بچ نکلتے ہیں۔

امریکہ، اسرائیل کی چھیڑی جنگوں کے ہاتھوں تمام مغربی ممالک کے وسائل اسرائیل کو اسلحے کی ترسیل میں مسلسل 3 سال سے جھونکے جارہے ہیں۔ رہی سہی کسر، گریٹر اسرائیل بنانے میں مشرق وسطی کو جنگی مرکز بنا لیا۔ ایران پر جنگ نے اسے وہاں اٹھا کھڑا کیا۔ ہرمز اور پھر یمنی باب المندب پر ایندھن کے بحران آ کھڑے ہوئے۔ مغربی ملکوں کے حکمرانوں کی سیاست اور جنگجوئی کے شوق نے عوامی سہولتیں ناپید کردیں۔ اب یہ تو ہونا تھا! مگر مورد الزام مسلمان اور اسلام ٹھہرے!

لگے ہاتھوں ٹرمپ نے اپنے متکبرانہ 'اپار تھائیڈ' نفرت بھرے لہجے میں فرانس کو ٹرتھ سوشل پر بھاشن دیئے۔ "فرانس نے ایک بالکل 'مختلف دنیا' سے افراد کے لیے دروازے کھول دیئے۔ انہوں نے ایک عظیم ملک کو تباہ کر دیا۔ بند کردو اپنی سرحدیں، قبل اس کے کہ دیر ہوجائے۔" 'امیگریشن' کے عنوان سے امریکہ میں تارکین وطن (دنیا بھر سے آکر امریکہ آباد ہونے والے) پر باضابطہ 'ICE' نامی ادارے کے ہاتھوں پکڑ دھکڑ جیسی جکڑبندیوں پر اب فرانس، بلکہ پورے یورپ کو بھی ابھارا جارہا ہے۔ اس وقت امریکہ میں ماہانہ 50 ہزار گرفتاریاں ملک بھر میں آپریشنز میں ہو رہی ہیں۔ گھروں، ہسپتالوں، ایئرپورٹوں کے گیٹ، ٹریفک سٹاپوں پر چھاپے پڑ رہے ہیں۔

ٹرمپ نومبر انتخابات جیتنے کی دھن میں دیوانہ وار خوف کی لہر تارکین وطن پر طاری کرکے خود کو امریکی مفادات کا محافظ اور رکھوالا، اپنی انتہا پسندانہ مہمات سے ظاہر کرنا چاہ رہا ہے۔ حتی کہ امریکی شہریت کے حامل افراد بھی کئی جگہ اس گھیراؤ میں آئے۔ انہی تارکین وطن نے حقیر شہری خدمات، کمترین معاوضانہ پر کام کرکے امریکی ترقی میں حصہ ڈالا۔ ڈاکٹروں، پڑھے لکھے تارکین نے ٹیکسیاں چلائیں، ہوٹلوں، تعمیرات میں جابجا مزدوریاں کیں۔ مقامی حکومتوں (نیویارک) میں اس رویے پر شدید ناگواری دیکھ کر ICE کو کارروائیاں خاموشی سے پس پردہ، زیرزمین کرنی پڑیں۔ وہی طریق کار جو اصلاً متعصبانہ فار رائٹ گروہوں کا خاصہ ہے، اب امریکہ، فرانس میں یہی سب پیدا کرنے کے درپے ہے۔ وہاں فار رائٹ سرگرم اور ٹرمپ ہی کی بولی بول کر صدر میکرون کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ خود امریکہ روز اول سے ریڈ انڈین قبائل کی سرزمین پر دھاوا بول کر یورپی تارکین وطن کے قبضے سے وجود میں آیا، 'ریاست ہائے متحدہ امریکہ' بنا ہے۔

ٹرمپ جب اپنے دورِ حکومت میں جابجا اپنے اصل پیشے، (رئیل اسٹیٹ) کے مطابق دنیا بھر میں خوبصورت ساحلی علاقوں پر نظریں جمائے رہا۔ اب (مسلم اکثریتی ملک) البانیہ پر بھی افتاد ہے۔ اگرچہ وہاں بظاہر پرتشدد مظاہرے یونیورسٹیوں کی بدحالی، بدعنوانی اور نہایت مہنگی تعلیم کی بنا پر ہیں۔ وزیراعظم سے استعفیٰ کا مطالبہ ہے۔ مگر دور پار سے امریکہ انہیں صبر وتحمل سے کام لینے کو کہہ رہا ہے۔ جبکہ پس پردہ اصل کہانی تو کئی ہفتوں سے جاری ٹرمپ کی بیٹی ایوانکا اور کشنر (یہودی داماد) کے ساحلی 'سازان جزیرے' پر لگژری (پرتعیش) تفریح گاہ بنانے کی ہے۔ یہ خوبصورت لمبی گردن، لمبی ٹانگوں والا سرخ پرندہ لم ڈھینگو (Flamingo)، خوبصورت قیمتی صنوبر کے درختوں اور پھولوں کا ٹھکانہ/ مرکز ہے۔ وہاں کی دیہاتی آبادی ششدر رہ گئی۔ 81 سالہ کوئی چلایا کہ ایک روز سیاہ یونیفارم والے یکایک خاردار تاریں میری زمین پر لگائے کھڑے تھے، سمندر کنارے، انہوں نے مجھے اس پر قدم رکھنے سے روک دیا۔ مالک بلبلا اٹھا۔ اب انکشاف ہو رہا ہے کہ میری زمین پر لگژری تفریح گاہ بن رہی ہے۔ میں تو بندوق لے کر مارنے پر تلا کھڑا تھا۔ مغربی کنارے کے اسرائیلی آبادکار آگئے یہاں بھی؟ ملٹی بلین یورو کا پراجیکٹ ہماری قیمتی زمین پر؟ دیہاتیوں، مالکان کو معاوضہ، زرِ تلافی تک نہ دیا گیا! یورپی یونین نے بھی تشویش کا اظہار کیا ہے کہ جنگلی حیات پر اثرات ہوں گے۔ (مقامی دیہاتی بھی 'جنگلی حیات' ہی کا حصہ ہیں!)

اسرائیل کی غزہ پر حسب سابق جارحیت جاری ہے۔ مغربی کنارے پر فلسطینیوں کو زیتون کی کٹائی کے موسم میں ہمیشہ سے کہیں زیادہ تشدد اور لوٹ مار کا سامنا کرنا پڑا، یہودی آبادکار قبضہ کاروں کے ہاتھوں۔ 200 حملے، جسمانی تشدد، آنسو گیس، فصل اور ساز وسامان کی چوری، ہزاروں زیتون کے درختوں کو اکھاڑ دیا یا جلا ڈالا۔ DW رپورٹ کے مطابق آبادکاروں نے نہ صرف فلسطینی بلکہ یورپی سفارت کاروں کے قافلے پر بھی حملہ کیا۔ مغربی کنارے پر انہی کا ایک فرانسیسی میئر مارا پیٹا بھی گیا۔ ایک امریکی صحافی بھی زخمی ہوا۔ ان واقعات پر امریکی اور یورپ سے شدید احتجاج آیا۔ اسرائیل سے کہا، مارکو روبیو نے کہ انہیں روکو! (کیا فلسطینیوں پر حملوں سے بھی؟)

سعودی عرب پر نہ صرف حوثی حملے ہو رہے ہیں بلکہ اس عزم کا مسلسل اظہار ہے ان کے جرنیل کی جانب سے کہ وہ ہمہ نوع حملے جاری رکھیں گے۔ حوثی یمن کے اقلیتی شیعہ

ہیں اور خود کو ایرانی مزاحمت کے محور کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ شہریوں کے زیر استعمال سعودی ایئر پورٹوں پر حوثی حملوں سے احرام پوش زائرین عمرہ جواب تک ایک بڑے حملے کی زد میں آئے ان میں 12 افراد شہید اور 309 زخمی ہوئے۔ مصدقہ اطلاعات عمرہ زائرین کی مکمل تو نہیں، تاہم مذکورہ حملے میں بڑی تعداد احرام پوش ہی تھی۔ تاحال بنگلہ دیش کے بڑے عالم دین مفتی نصر اللہ البدر کی شہادت حالت احرام میں ہوئی، اور تقریباً 27 مزید بنگلہ دیشی اس حملے میں شدید زخمی ہوئے جو انہی کے ساتھی ٹھہرے۔

پاکستان کی ذہنی/نفسیاتی صحت کے حوالے سے ہفت روزہ 'ڈان' میں شائع ہونے والی رپورٹ کو (18 اکتوبر) قومی سطح پر پہلا نمائندہ سروے قرار دیا گیا ہے۔ تشویشناک ہے! یہ کہ ہر تین بالغ پاکستانیوں میں سے تقریباً ایک قابل تشخیص ذہنی بیماری اور رویے کے خلل میں مبتلا ہے۔ گویا لاکھوں افراد ملک بھر میں صحت کے حوالے سے ایک بڑے چیلنج کا سامنا کر رہے ہیں۔ 5 سالہ ریسرچ کا یہ نتیجہ برطانوی میڈیکل جریدے میں شائع ہوا ہے۔ اس کو پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی اور جامع 'سٹڈی' قرار دیا جا رہا ہے۔ بھاری بھر کم مغربی یونیورسٹیوں، اداروں کے نام ہمراہ ٹھہری ہیں۔

ذہنی صحت کا یہ سروے صرف سیاسی ، حکومتی (ہائبرڈ)، اشرافیہ طبقے کا ہی سروے ہوتا تو ہم بخوشی قبول کر لیتے۔ ملک جن رولر کوسٹر پالیسیوں، فیصلہ سازی سے گزارا جا رہا ہے، عوام الناس تو زبردست ذہنی صحت کے مالک ہیں کہ زندہ ہیں، جی رہے ہیں۔ البانیہ، فرانس کی طرح گھیراؤ جلاؤ نہیں کر رہے۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ 'وزیر خارجہ' کے پی سنبھالنے کا امور داخلہ والا کام کر رہے ہیں۔ اور 'وزیر داخلہ بیرون ملک دوروں ، پلاننگ میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی سوال نہیں اٹھاتا...... آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی پر بھی سب ہنستے مسکراتے ہوا کھا کر جی رہے ہیں کہ اس پر ٹیکس نہیں لگا۔ یہ سروے ہمیں تفنن برطرف، ہتک عزت کا احساس دیتا ہے اگر اتنا فخریہ ملک بھر کے حوالے سے بنا کر سامنے رکھا جائے......! انہی سب سے ٹرمپ حکومت اور اسرائیلی حکومت (مع کابینہ) سروے کروا دیکھے۔ پھر اس کی روشنی میں اس کی حقیقت بارے رائے دے سکیں گے۔

لازم نہیں کہ لوگ کریں مدعا بیاں
چہروں پہ جو لکھا ہے ، اسے بھی پڑھا کرو

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(15 تا 21 اکتوبر 2026ء)

جمعرات 15 اکتوبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ دوپہر میں شعبہ نظامت اور شام میں شعبہ زکوۃ و انگریزی کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 16 اکتوبر: دن میں شعبہ سمع و بصر کے اجلاس کی صدارت کی۔ نماز جمعہ سے قبل مشیر خصوصی محترم ایوب بیگ مرزا سے ملاقات کی۔ خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن، لاہور میں ارشاد فرمایا۔ شام میں نیوز ون چینل کے سوشل و ڈیجیٹل میڈیا فورم کے لیے ایک podcast ریکارڈ کروائی۔

ہفتہ 17 اکتوبر: دن میں شعبہ مالیات اور بعد ازاں دین حق ٹرسٹ نیز انتظامی امور سے متعلق اجلاسوں کی صدارت کی۔ شام میں کراچی روانگی ہوئی۔

پیر 19 اکتوبر: دن میں شعبہ نظامت کے چند امور پر مشاورت کے حوالے سے ایک آن لائن اجلاس کی صدارت کی جس میں نائب امیر محترم اعجاز لطیف اور ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف شریک ہوئے۔ دوپہر میں وفاقی وزیر تعلیم ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی سے تنظیم کے ایک وفد کے ساتھ کراچی میں ملاقات ہوئی جس میں یکساں قومی نصاب، صوبہ سندھ میں ترجمۂ قرآن کے مضمون کے اجراء، قرآن حکیم کے نسخوں کی بے حرمتی کے شرعی ازالہ اور قیام پاکستان کے مقصد جیسے موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ بعد نماز عشاء ایک حبیب کی دعوت پر ''سورۃ الفاتحہ'' کے مفاہیم اور تقاضوں کے حوالے سے خطاب کیا۔

منگل 20 اکتوبر: بعد نماز عشاء گھر سے متصل ایک مقام پر اہل محلہ کے لیے مقامی نظم کے تعاون سے ''سفر آخرت کے مراحل'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

بدھ 21 اکتوبر: سہ پہر میں ایک رفیق تنظیم سے ملاقات ہوئی جس میں اسلامی معیشت کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف بھی اس ملاقات میں شریک ہوئے۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز دیگر تنظیمی امور انجام دیے۔ منتخب قرآنی نصاب کے حوالے سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگز کروائیں۔ رفقاء و احباب سے تعزیت و عیادت کے حوالے سے رابطہ رہا۔

ہفت روزہ ''ندائے خلافت''

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب،
ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست، احباب اور اعزہ و اقربا تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

رفقاء کے لیے سالانہ اجتماع کی اہمیت

شوکت اللہ شاکر
shaukatullah903@gmail.com

استاذ محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ (1932ء۔2010ء) تنظیم اسلامی کے بانی، ممتاز مفکر اور مدرس و داعیِ قرآن تھے۔ انہوں نے بیعتِ سمع و طاعت فی المعروف کی بنیاد پر ایک منظم تحریکی اجتماعیت قائم کی، جس میں رفقاء کی فکری تربیت، تزکیۂ نفس، باہمی ربط اور اقامتِ دین کے مقصد سے وابستگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسی تربیتی و تنظیمی نظام میں سالانہ اجتماع کو ایک خصوصی مقام حاصل ہے۔

تنظیم اسلامی کے قیام سے آج تک سالانہ اجتماعات تسلسل کے ساتھ منعقد ہوتے رہے ہیں۔ جب ناگزیر ملکی، بین الاقوامی یا قدرتی حالات کے باعث مرکزی اجتماع ممکن نہ ہو سکا تو ((مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهُ لَا يُتْرَكُ كُلُّهُ)) کے اصول کے مطابق مختلف علاقوں میں زونل اجتماعات کا اہتمام کیا گیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سالانہ اجتماع محض ایک 'پروگرام' نہیں بلکہ تنظیمی و تحریکی زندگی کا ایک اہم تقاضا ہے۔

تجدید عہد اور سمع وطاعت

دنیاوی مصروفیات انسان کے عزم کو کمزور کر سکتی ہیں۔ سالانہ اجتماع رفیق کو اس کے اصل مقصد کی طرف دوبارہ متوجہ کرتا اور عہدِ رفاقت کی تجدید کا موقع فراہم کرتا ہے۔ مختلف حلقوں اور اسروں سے نکل کر نظم کی دعوت پر ایک جگہ جمع ہونا بھی سمع وطاعت کی عملی تربیت ہے۔

رجوع الی القرآن اور فکری پختگی

دروسِ قرآن و حدیث، علمی خطابات، تربیتی نشستیں اور سنتِ رسولؐ پر عمل کی مشق رفقاء کے تعلق بالقرآن کو تازہ کرتی ہیں اور اقامتِ دین کے مقصد کو ذہن و قلب میں زندہ رکھتی ہیں۔ عصرِ حاضر کے فکری شبہات اور تہذیبی چیلنجز کے مقابلے کے لیے محض جذبات نہیں بلکہ صحیح فکر، مضبوط علمی بنیاد اور قرآنی بصیرت ضروری ہے۔

تزکیۂ نفس اور ایمانی ماحول

سالانہ اجتماع رفیق کو چند روز کے لیے دنیاوی مشاغل سے الگ ہو کر نماز، ذکر، قرآن و حدیث سے جڑنے اور دینی ماحول میں وقت گزارنے کا موقع دیتا ہے۔ یہ ماحول غفلت زدہ دل کو بیدار، ارادے کو مضبوط اور نفس کے محاسبے میں مددگار ہوتا ہے۔ رفیق غور کرتا ہے کہ گزشتہ سال اس نے دین کے لیے کیا کیا، کہاں کوتاہی ہوئی اور آئندہ کیا بہتر کرنا ہے۔

انفاق مال اور بذل نفس

دین کے کام سے وابستگی صرف زبانی دعوے کا نام نہیں؛ اس کے لیے وقت، مال، صلاحیت اور راحت کی قربانی بھی مطلوب ہے۔ اجتماع میں شرکت کے لیے سفر کرنا، اپنی مصروفیات اور آرام کو قربان کرنا، انتظامی ذمہ داریاں ادا کرنا اور اپنی استطاعت کے مطابق مال خرچ کرنا انفاق اور بذلِ نفس کی عملی تربیت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرۃ:110) ”اور تم اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے، اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے۔“

مشقت، صبر اور ایثار

دور دراز علاقوں سے سفر، محدود سہولیات میں قیام اور اجتماع کے نظم میں تعاون رفقاء کو صبر، تحمل اور ایثار کی عملی مشق کراتا ہے۔ تحریکی زندگی آسائش طلبی نہیں بلکہ مقصد کے لیے قربانی اور مشقت برداشت کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔

سینئرز کی صحبت اور عزم کی تجدید

اجتماع میں امیر محترم، سینئرز اور تجربہ کار رفقاء کی صحبت حاصل ہوتی ہے۔ ان کی دعوتی جدوجہد، استقامت اور تجربات نئی نسل کے لیے عملی نمونہ بنتے ہیں۔ دوسری جانب نوجوان اور نئے رفقاء کی موجودگی سینئرز کے لیے بھی حوصلے اور اطمینان کا باعث بنتی ہے کہ دعوت و اقامتِ دین کا قافلہ آگے بڑھ رہا ہے۔

باہمی اخوت اور ایثار

مختلف علاقوں کے رفقاء جب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو باہمی تعارف، محبت، اعتماد اور تعاون کے رشتے مضبوط ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھنا اور اپنی استطاعت کے مطابق ایک دوسرے پر خرچ کرنا اخوت و ایثار کو فروغ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات:10)

”مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“

تنظیمی جائزہ اور احتساب

سالانہ اجتماع تنظیمی کارکردگی کے جائزے کا بھی اہم موقع ہے۔ دعوت، فہمِ قرآن، تربیت اور دیگر شعبوں میں ہونے والی پیش رفت، کمزوریوں اور آئندہ کے اہداف کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس طرح اجتماع ماضی کے احتساب اور مستقبل کی منصوبہ بندی دونوں کا ذریعہ بنتا ہے۔

نئی قیادت کی تربیت

نوجوان رفقاء کو انتظامی، دعوتی اور تنظیمی ذمہ داریاں سونپ کر ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے کا موقع ملتا ہے۔ یہی تربیت مستقبل میں نقباء، معلمین، مدرسین، داعیان اور دیگر ذمہ داران کی تیاری میں معاون بنتی ہے۔ اس اعتبار سے سالانہ اجتماع افرادی قوت کی تربیت گاہ بھی ہے۔

اجتماع سے واپسی: نیا عزم، نیا عمل

سالانہ اجتماع کا اصل ثمر یہ نہیں کہ رفیق چند خوشگوار یادیں لے کر واپس آئے، بلکہ یہ ہے کہ وہ تازہ ایمان، مضبوط وابستگی، تجدیدِ عہد اور واضح عملی منصوبے کے ساتھ اپنے ماحول میں لوٹے۔ اجتماع میں پیدا ہونے والی ایمانی کیفیت اگر گھر، مسجد، دفتر، محلے اور معاشرے میں دعوت، اصلاح اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں تبدیل ہو جائے تو یہی اجتماع کی حقیقی کامیابی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تنظیمی زندگی میں سالانہ اجتماع محض افراد کا ایک جگہ جمع ہونا نہیں؛ یہ تجدیدِ عہد، فکری تربیت، تزکیۂ نفس، سمع وطاعت، انفاقِ مال، بذلِ نفس، باہمی اخوت، تنظیمی احتساب اور تجدیدِ عزم کا جامع تربیتی مرحلہ ہے۔

لہٰذا ہر رفیق کو چاہیے کہ وہ سالانہ زونل اجتماع کو محض ایک معمول کی سرگرمی نہ سمجھے، بلکہ اسے اپنی ایمانی و تحریکی زندگی کی ضرورت تصور کرے۔ اپنی استطاعت کے مطابق وقت، مال اور صلاحیت پیش کرے، سینئرز کی صحبت سے فائدہ اُٹھائے، اپنے ساتھیوں کے لیے سہارا بنے اور اجتماع سے واپسی پر اپنے ماحول میں دین کے کام کو پہلے سے زیادہ اخلاص، استقامت اور عزم کے ساتھ آگے بڑھائے۔

اجتماع کا مقصد صرف یہ نہیں کہ ہم ایک جگہ جمع ہوں؛ اصل مقصد یہ ہے کہ ہم ایک مقصد، ایک عزم اور ایک ذمہ داری کے ساتھ واپس لوٹیں۔

پی ٹی آئی کی صوبائی حکومت کے 'نہلے' پر وفاقی حکومت کا 'دہلا'

نعیم اختر عدنان

موجودہ خیبر پختونخوا پاکستان میں شامل چار اکائیوں میں سے ایک اکائی ہے جس کا پرانا نام شمال مغربی سرحدی صوبہ یعنی North West Frontier Province تھا یہ نام انگریزی راج سے چلا آرہا تھا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں اٹھارویں ترمیم کے بعد 2010ء میں موجودہ نام یعنی خیبر پختونخوا رکھ دیا گیا، اُس وقت صوبہ میں عوامی نیشنل پارٹی کی حکومت تھی جو پیپلز پارٹی کی اتحادی جماعت تھی۔ امیر حیدر خان ہوتی اس صوبہ کے وزیر اعلیٰ تھے۔ موصوف خاندانی پس منظر کے حوالے سے سابق وفاقی وزیر اعظم خان ہوتی کے فرزند، خان عبدالولی خان کے نواسے اور اسفند یار ولی کے بھانجے ہیں۔ صوبہ میں 1988ء سے 1997ء تک یکے بعد دیگرے پیپلز پارٹی اور نواز لیگ کی حکمرانی رہی۔

2002ء کے عام انتخابات میں پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعتوں کے اتحاد متحدہ مجلس عمل MMA کی حکومت قائم ہوئی۔ اس حکومت کی سربراہی جمعیت علمائے اسلام فضل الرحمان گروپ سے وابستہ محمد اکرم درانی کے حصہ میں آئی۔ واضح رہے جماعت اسلامی بھی اس اتحادی حکومت میں شراکت دار تھی۔ متحدہ مجلس عمل کی یہ صوبائی حکومت پرویز مشرف کے عہد حکومت میں 2002ء سے 2007ء تک اپنی پانچ سالہ آئینی مدت پوری کر کے ختم ہو گئی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ 2008ء سے 2013ء تک پیپلز پارٹی اور عوامی نیشنل پارٹی کی اتحادی حکومت قائم رہی۔ اکتوبر 2013ء میں پاکستان تحریک انصاف نے پہلی بار دیگر جماعتوں کے اشتراک سے پرویز خٹک کی سربراہی میں حکومت بنائی، اس اتحادی حکومت میں جماعت اسلامی، قومی وطن پارٹی، عوامی جمہوری اتحاد اور کچھ آزاد اراکین بھی شامل تھے۔ پرویز خٹک کی اتحادی صوبائی حکومت نے بھی اپنی پانچ سالہ آئینی مدت مکمل کی۔ 2018ء میں صوبہ کی تاریخ میں پہلی بار کسی سیاسی جماعت کی لگاتار دوسری مرتبہ حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ اس بار تن تنہا تحریک انصاف نے اپنی واضح اکثریت کی بنا پر حکومت قائم کی۔ اس حکومت کی سربراہی تحریک انصاف سے تعلق رکھنے والے محمود خان کو دی گئی۔ یہ حکومت اپنی آئینی مدت پوری نہ کر سکی کہ تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے اپنی دو صوبائی حکومتوں کا دھڑن تختہ خود ہی کر دیا یعنی پنجاب اور خیبر پختونخوا کی صوبائی حکومتوں کو تحلیل کر دیا، یوں صوبہ میں نگران حکومت کا سیٹ اپ قائم ہو گیا۔ نگران حکومت کے سربراہ محمد اعظم خان مقرر ہوئے مگر ان کا جلد ہی انتقال ہو گیا تو ان کی جگہ جسٹس ریٹائرڈ ارشد حسین شاہ کا نگران وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے تقرر کر دیا گیا۔ نگران دور آئینی مدت سے تجاوز کر کے طویل ہو گیا۔

بہرحال 2024ء میں ملک بھر میں عام انتخابات ہوئے اور صوبہ خیبر پختونخوا میں تیسری مرتبہ تحریک انصاف کی صوبائی حکومت کا قیام عمل میں آ گیا، یوں اس صوبہ میں تحریک انصاف نے تیسری مرتبہ حکومت قائم بنا کر ہیٹرک کر لی۔ اس مرتبہ وزارت اعلیٰ کا قلمدان علی امین گنڈاپور کو سونپا گیا۔ موصوف ماضی کے مقابلے میں ریکارڈ ووٹوں سے وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا منتخب ہوئے۔ موصوف اس سے قبل وفاقی وزیر برائے امور کشمیر و گلگت بلتستان کے طور پر بھی اپنی خدمات سرانجام دے چکے تھے۔ وہ اس سے قبل صوبہ کے وزیر مال بھی رہ چکے تھے۔ موصوف اپنی دبنگ شخصیت، شعلہ بیانی اور جذباتی انداز کی باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں۔ موصوف ایسے کردار کی حامل شخصیت ہیں کہ جو وزیر اعلیٰ ہوتے ہوئے بھی "پنجابی فلموں کے ہیرو مصطفیٰ قریشی" کے ہم پلہ ہی قرار دیے جا سکتے ہیں لیکن ان سب خوبیوں کے باوجود وہ ڈیڑھ سال تک ہی صوبہ کی وزارت اعلیٰ کے منصب پر فائز رہ سکے۔ اکتوبر 2024ء کو بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے کا مصداق بن گئے۔

اڈیالہ جیل میں قید تحریک انصاف کے بانی چیئرمین عمران خان کی عقابی نگاہوں نے صوبہ میں فاٹا کے ضم شدہ علاقوں سے تعلق رکھنے والے نوجوان اور متحرک شخصیت کے مالک سہیل خان آفریدی کو علی امین گنڈاپور کی جگہ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا مقرر کر دیا۔ پرویز خٹک ہوں، علی امین گنڈاپور ہوں یا سہیل آفریدی سب نے صوبہ کا وزیر اعلیٰ ہوتے ہوئے تخت اسلام آباد کی اشرافیہ پر چڑھائی میں بھرپور طور پر اپنا حصہ ڈالا۔ پرویز خٹک، علی امین گنڈاپور اور سہیل آفریدی نے اپنی صوبائی جغرافیائی حدود سے نکل کر پنجاب، سندھ اور اسلام آباد کو اپنی نگاہوں کا مرکز بنایا جبکہ سہیل خان آفریدی نے پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے بھی طوفانی دورے کیے اور یوں پورے ملک میں اپنے حامیوں کو اسلام آباد پر چڑھائی کے لیے تیار کیا، جو ان کا آئینی حق بھی تھا بشرطیکہ وہ پرامن احتجاج کریں۔

تحریک انصاف کی صوبائی قیادت گویا اسلام آباد کو سومنات سمجھ کر اسے 'فتح' کرنے کے لیے تیار نظر آئی۔ سہیل آفریدی نے صوبائی حکومت کا تخت نشیں ہو کر لانگ مارچ کا قدم اٹھانا ضروری خیال کیا بقول شاعر

اے خاک نشینوں اُٹھ بیٹھو، وہ وقت قریب آ پہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے، جب تاج اچھالے جائیں گے

اعلان کردہ تاریخ میں اگرچہ کچھ تبدیلی کی گئی مگر پھر وہ وقت ان پہنچا جب لانگ مارچ کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا اگرچہ یہ لانگ مارچ کئی دنوں تک صوبہ خیبر پختونخوا کی بھول بھلیوں ہی میں بھٹکتا رہا۔ بالآخر دونوں فریق مذاکراتی عمل پر متفق ہو گئے۔ اس دوران پہلی مرتبہ پیپلز پارٹی اور نواز لیگ کے وزیروں اور پارٹی رہنماؤں کے ساتھ تحریک انصاف کی اعلیٰ ترین قیادت کے مابین مذاکرات کے کئی سنجیدہ اور طویل دور ہوئے مگر مذاکرات کی بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ ایک موقع پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب بھی اس مذاکراتی عمل کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے متحرک ہوئے مگر 'اے بسا کہ آرزو خاک شدہ' کے مصداق یہ کوشش بھی ناکام ہو گئی۔ فریقین اس ناکامی کا ذمہ دار ایک دوسرے کو ٹھہراتے نظر آئے۔ یوں مذاکراتی عمل کی ناکامی کے بعد وفاقی حکومت نے صدرِ مملکت کے ذریعے 'آئینی آپشن اور بھاری بوٹوں کا وزن' استعمال کرتے ہوئے صوبہ کے بارہ اضلاع میں ایمرجنسی اور پورے صوبہ میں گورنر راج نافذ کر کے سہیل آفریدی سمیت صوبائی حکومت اور صوبائی اسمبلی خیبر پختونخوا کو معطل کر دیا۔ اس طرح سہیل آفریدی کی حکومت جس کا آغاز 15 اکتوبر 2025ء کو ہوا تھا اس کا

اختتام 10 اکتوبر 2026ء کو ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی صوبہ خیبر پختونخوا میں تحریک انصاف کی جس حکمرانی کا آغاز 2013ء میں ہوا تھا اس کا خاتمہ بھی 10 اکتوبر 2026ء کو عمل میں آ گیا۔ ہمیں اس موقعہ پر ایک روسی کہاوت یاد آ رہی ہے جس کے مطابق "اس دروازے کو مت کھولو جسے تم بند نہیں کر سکتے۔" صوبائی حکومت کی بار بار دارالحکومت پر چڑھائی کے اعلانات اور عملی میدان میں نکلنے کے سیاسی 'نخیلے' پر وفاقی حکومت نے ایمرجنسی اور گورنر راج کا 'دبلا' مار دیا۔ اب یہ چوہے اور بلی کا کھیل تو نہ جانے کب تک جاری رہے گا مگر تحریک انصاف کا اقتدار "The Game is over" کے مرحلہ پر آ کر فی الحال قصہ ماضی بن کر رہ گئی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاکستان پر رحم فرمائے اور ملک کی حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین! ❁❁❁

گوشۂ انسدادِ سود

آج فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1844 دن گزر چکے!

سود کی خباثتیں

جب سود کو سرمایہ کاری کی اساس کے طور پر قبول کیا جائے تو اس کی خباثتیں اتنی سمتوں سے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ اتنے اعتبارات سے انسان کی خوشحالی پر حملہ آور ہوتا ہے کہ ان کا انتہائی مختصر ذکر بھی فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ کا مفہوم سمجھانے کے لیے کافی ہے۔ ذیل میں سود کی تباہ کاریوں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے:

1- محنت کی ناقدری - سرمائے کی برتری:

دنیا میں ہر کام کے لیے محنت اور سرمایہ لگانا پڑتا ہے خواہ اس کام کا تعلق صنعت وحرفت سے ہو یا زراعت وتجارت سے۔ پھر کوئی بھی کام ایسا نہیں جس میں نقصان کا خطرہ نہ ہو۔ لیکن سرمایہ دار سود کی وجہ سے ہمیشہ ایک لازمی اضافے کا حق دار قرار پاتا ہے اور اسے کبھی نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ انسانی محنت اگر ضائع بھی ہو جائے تب بھی سرمایہ دار اپنا سود چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ یہ صورت حال عقل، منطق، اخلاقیات غرض ہر اعتبار سے غیر منصفانہ ہے۔

2- تہذیب وتمدن کا قتل:

سودی نظام کا عملی اطلاق (Application) دراصل انسانیت پر سرمائے کی فوقیت کو تسلیم کرنے کا اعلان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نئی تہذیب میں شرافت، ہمدردی، رزق حلال اور انسان کی قیمت گرتی جا رہی ہے اور لالچ، حرص، لوٹ کھسوٹ اور فراڈ سب سے موثر اور توانا جذبے بنتے جا رہے ہیں۔ بعض اوقات سودی قرض لینے والے کی تمام کمائی، وسائل یہاں تک کہ گھر اور گھر میں موجود ضروریات زندگی پر بھی قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ صورت حال اس سنگینی کو بھی پہنچ جاتی ہے کہ انسان خودکشی پر اور اپنے بھوک سے بلبلاتے بچوں کو اپنے ہاتھوں قتل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن خواہ کوئی ضرورت مند بیماری' بھوک' افلاس سے کراہ رہا ہو یا بے روزگار اپنی زندگی سے بے زار ہو' سود خور کی شقاوت وسنگ دلی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اسے صرف اپنے نفع سے غرض ہوتی ہے۔ (جاری ہے)

بحوالہ ''سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات'' از حافظ انجینئر نوید احمدؒ

دین کے صحیح تقاضوں کو واضح کرنے کے ضمن میں
ڈاکٹر صاحبؒ کی ایک تحریر اور ایک تقریر پر مشتمل

راہِ نجات

سُورۃُ العصر کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اشاعت خاص 150 روپے،
اشاعت عام 100 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور، 0301-115348

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم بی ایس سائیکالوجی، الہدیٰ انٹرنیشنل سے دینی کورسز، قد 5 فٹ، صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردہ کی پابند لڑکی کے لیے مناسب رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0308-5901053

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہٰذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ پوٹھوہار، جاتلاں کے مبتدی رفیق محترم محمد مشتاق وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر 2 کے ملتزم رفیق حافظ اسد حسین انصاری کی بہن وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0333-2206971

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

بیت اللہ چیریٹیبل فاؤنڈیشن

قائم شدہ 2025

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارش اور وضو کے پانی کا موثر استعمال: مسجد عائشہ صدیقہؓ کا مثالی منصوبہ

پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ سورۃ الانبیاء 21:30 الحمد للہ! آپ کی فاؤنڈیشن کی **جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ، سمارٹ ٹاؤن لاہور** میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش کے پانی اور وضو کے استعمال شدہ پانی کو محفوظ کر کے ریچارج ویل (Recharge Well) کے ذریعے دوبارہ زمین میں پہنچانے کا کامیاب نظام اکتوبر 2022 سے چل رہا ہے۔ یہ ایک ماحول دوست اور پانی کے تحفظ کا عملی منصوبہ ہے، جس سے پانی ضائع ہونے کے بجائے زیرِ زمین ذخائر میں واپس چلا جاتا ہے۔

بارش کے پانی کی بچت

مسجد کا رقبہ 10 مرلہ/250 مربع گز ہے اور چھت کا رقبہ تقریباً 253 مربع میٹر ہے لاہور میں سالانہ اوسطاً بارش تقریباً 700 ملی میٹر ہوتی ہے بارش ہونے کی صورت میں مسجد عائشہ کی چھت پر سالانہ تقریباً 177,000 لیٹر بارش کا پانی گرتا ہے۔ فلٹریشن اور معمولی ضیاع کے بعد تقریباً 165,000 لیٹر پانی محفوظ کر کے زمین میں واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

وضو کے پانی کی بچت

وضو سے استعمال شدہ پانی (ماء مستعمل) ہے نجس نہیں ہے۔ مسجد عائشہ میں روزانہ اوسطاً 150 نمازی وضو کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ اگر ایک نمازی اوسطاً 3 لیٹر پانی استعمال کرے تو سالانہ 164,250 لیٹر بنتا ہے۔ یہ تمام پانی ضائع کرنے کے بجائے مناسب صفائی و فلٹریشن کے بعد ریچارج ویل کے ذریعے زمین میں واپس پہنچایا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر تقریباً ***ساڑھے تین لاکھ لیٹر*** پانی ہر سال زیرِ زمین واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

فکرِ آخرت، پانی کی نعمت اور ہماری ذمہ داری

اللہ رب العزت سورہ مریم آیت نمبر 95 میں فرماتے ہیں وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔ دنیا میں ہم پر رب کی بے شمار نعمتیں ہیں یوم حساب رب کی نعمتوں کا حساب دینا پڑے گا انہی میں سے ایک بہت بڑی نعمت پانی بھی ہمارے پاس رب کی امانت ہے اس کا بھی حساب ہمیں اپنے اللہ کو دینا ہے۔ پاکستان کی پہلی اقتصادی مردم شماری 2023 کے مطابق پاکستان میں تقریباً 6 لاکھ (600,000) مساجد موجود ہیں۔ اگر پاکستان کی 10 مرلہ/250 مربع گز کے سائز کی صرف 10,000 مساجد ایسا نظام اختیار کر لیں تو ہر سال تقریباً ***ساڑھے تین ارب لیٹر*** سے زائد پانی زمین میں واپس پہنچایا جا سکتا ہے۔ اگر دینی مدارس، اسکول و کالج، یونیورسٹیوں، تجارتی مراکز، شاپنگ مالز، فیکٹریوں، نجی و سرکاری عمارتوں، اور گھروں میں بھی یہ نظام رائج ہو جائے تو پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے ممکنہ طور پر اور مستقبل کے پانی کے بحران سے بچا جا سکتا ہے۔ **آئیے ہم سے ہر شخص کم از کم ایک مسجد میں اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش اور ارادہ کرے۔**

پانی بچایئے، زمین کو زندہ رکھیے، اور آنے والی نسلوں کا مستقبل محفوظ بنایئے

اہم بات اس منصوبے میں تکنیکی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ہم سے بذریعہ ای میل یا واٹس ایپ پر رابطہ کریں

اس فاؤنڈیشن کا قیام کمپنیز ایکٹ 2017 سیکشن 42 کے تحت غیر منافع بخش منظور شدہ ادارہ عمل میں لایا گیا ہے لائسنس نمبر 0299500

پنجاب چیریٹی کمیشن گورنمنٹ آف پنجاب سے منظور شدہ ادارہ رجسٹریشن نمبر PB848541301934400 نیشنل انکم ٹیکس نمبر G 988546

مرکزی دفتر جامع مسجد عائشہؓ، سمارٹ ٹاؤن، نزد ای 5 بلاک، انجینئرز ٹاؤن، سیکٹر اے، ڈیفنس روڈ لاہور

baitullah.foundation11@gmail.com | 0317 4630894

برائیوں کا سدِ باب کریں!

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

اسلام معاشرے میں سرے سے برائیوں کی پیدائش ہی کو روکنا چاہتا ہے اور تمدن کے طور طریقوں کی اصلاح کر کے ان اسباب و ذرائع کا سد باب کرتا ہے جن سے خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ یہ کام اسلام تعلیم و تربیت کے ذریعے انجام دیتا ہے۔ اس کے لیے تفصیلی احکام قرآن سنت میں موجود ہیں جن پر عمل درآمد گھر سے ریاست تک ہر جگہ مطلوب ہے۔ اس تمام تر اہتمام کے باوجود معاشرے میں برائی رونما ہو جائے تو اس کے تدارک کے لیے قانون شریعت حرکت میں آتا ہے اور بڑے بڑے جرائم کے لیے عبرت ناک سزائیں دیتا ہے۔ اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ برائی جب دروازہ کھٹکھٹائے تو دروازہ بند کر دیا جائے۔ اسلام کے نزدیک اصل دانش مندی یہ ہے کہ برائی کو گھر تک پہنچنے ہی نہ دیا جائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اسلام کا تصور معاشرتی اصلاح دنیا کے دوسرے تصورات سے ممتاز دکھائی دیتا ہے۔ اسلام صرف جرم کے ارتکاب کے بعد حرکت میں نہیں آتا بلکہ جرم تک پہنچانے والے راستوں کو بھی بند کرتا ہے۔ وہ صرف یہ نہیں کہتا کہ برائی نہ کرو، بلکہ خبردار کرتا ہے کہ برائی کے قریب بھی نہ جاؤ۔ قرآن کا حکم ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝۳۲﴾ (بنی اسرائیل) ”اور زنا کے قریب بھی نہ جانا، بے شک یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔“

یہ صرف ایک گناہ کے بارے میں حکم نہیں، بلکہ اسلامی معاشرتی حکمت عملی کی بنیاد ہے۔ اسلام جانتا ہے کہ بڑے جرائم اچانک جنم نہیں لیتے۔ پہلے ایک خیال آتا ہے، پھر ایک نظر پڑتی ہے، پھر ایک عادت بنتی ہے، پھر انسان اس کا عادی ہوتا ہے اور بالآخر وہی چیز جرم یا تباہی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اسی لیے اسلام کہتا ہے: راستہ ہی بند کر دو۔ انگریزی کا محاورہ ہے:

"Nip the evil in the bud"

یعنی برائی کو اس وقت ختم کر دو جب وہ ابھی کلی ہے، درخت نہیں بنی۔ اور آج ہمیں اسی حکمت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

ہاتھ میں دنیا، مگر کون سی دنیا؟ اس سوال پر غور کیجیے!

آج ایک بچے کے ہاتھ میں موبائل فون ہے۔ چند سیکنڈ میں دنیا بھر کا علم اس کے سامنے آ سکتا ہے، لیکن اسی رفتار سے دنیا بھر کی برائیاں بھی اس کی آنکھوں، ذہن اور کردار تک پہنچ سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کی جانب سے بچوں کے سوشل میڈیا استعمال کے لیے عمر کی حد مقرر کرنے، فیملی وی لاگنگ کے نام پر فحاشی کو کنٹرول کرنے اور بعض پلیٹ فارمز کے حوالے سے قواعد و ضوابط پر غور ایک اہم معاشرتی بحث کو جنم دیتا ہے۔ اطلاعات کے مطابق وزارت داخلہ اس معاملے میں متعلقہ اداروں، بشمول پی ٹی اے، این سی آئی اے اور پولیس حکام سے مشاورت کا ارادہ رکھتی ہے اور مختلف ممالک کی پالیسیوں کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔ بحث صرف یہ نہیں ہونی چاہیے کہ سوشل میڈیا پر پابندی لگائی جائے یا نہ لگائی جائے۔ اصل سوال یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو برائی کے سیلاب سے کیسے محفوظ رکھیں؟

اسلام برائی کے ہر دروازے کو بند کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا حسن یہ ہے کہ وہ انسان کو صرف سزا کے خوف سے نیک نہیں بناتیں بلکہ اس کے اندر ایسا شعور پیدا کرتی ہیں کہ وہ برائی کی طرف جانے سے پہلے رک جائے۔ اسی لیے اسلام نے نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ (النور:30) ”مومن مردوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔“ اور مومن عورتوں کے لیے بھی نگاہوں اور پاک دامنی کی حفاظت کا حکم دیا گیا۔ کیوں؟ کیونکہ اسلام انسانی نفسیات سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بہت سی برائیاں پہلے آنکھ سے داخل ہوتی ہیں، پھر دل تک پہنچتی ہیں، پھر خواہش بنتی ہیں اور بالآخر عمل کا روپ دھار لیتی ہیں۔ اسی لیے قرآن نے زنا کو صرف حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کے قریب جانے سے بھی منع کیا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر انسان کا بدکاری میں حصہ ہے چنانچہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے۔ ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا پکڑنا ہے۔ پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا چل کر جانا ہے۔ منہ بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا بوسہ دینا ہے دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔“ (مسند احمد)

یہی اصول فحاشی، بے حیائی، جھوٹ، خیانت، حرام کمائی، بدنگاہی اور دیگر معاشرتی برائیوں پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ برائی کے درخت کو کاٹنے سے پہلے اس کی جڑوں کو سمجھنا ضروری ہے۔

سوال یہ ہے کہ سوشل میڈیا کو بے لگام کیوں چھوڑا جائے؟ سوشل میڈیا بذات خود کوئی شر نہیں۔ اس کے بے شمار مثبت پہلو بھی ہیں۔ تعلیم، تحقیق، دعوت، کاروبار، روزگار، خبر رسانی اور باہمی رابطے کے میدان میں اس نے دنیا کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہر اس چیز کو جس کے کچھ مفید پہلو بھی ہوں بے لگام چھوڑ دینا درست ہے؟

اگر گاڑی کی رفتار کے لیے قانون ہو سکتا ہے، خوراک کے معیار کے لیے ضابطہ ہو سکتا ہے، ادویات کی فروخت کے لیے قواعد ہو سکتے ہیں، بچوں کے اسکولوں میں حفاظتی اصول ہو سکتے ہیں تو پھر ایسی ڈیجیٹل دنیا، جہاں بچے ہر روز گھنٹوں موجود رہتے ہیں، اسے مکمل طور پر بے ضابطہ کیوں چھوڑ دیا جائے؟

آزادی کا مطلب بے قید آزادی نہیں ہوتا ہے۔ جہاں ایک فرد کی آزادی دوسرے فرد، خصوصاً ایک بچے کے بنیادی تحفظ سے متصادم ہونے لگے، وہاں معاشرتی ذمہ داری کا تقاضا ہے کہ مناسب حدود مقرر کی جائیں۔

سب سے بڑا سوال کیا ہمارے بچے محفوظ ہیں؟ بچوں کے بارے میں معاملہ اور بھی حساس ہے۔ ایک بالغ انسان شاید کسی خطرناک مواد کو پہچان سکے، کسی مشکوک شخص سے محتاط رہے یا کسی دھوکے کو سمجھ سکے، مگر ایک کم عمر بچہ ہر مرتبہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ سامنے موجود شخص واقعی کون ہے۔ اسے اندازہ نہیں ہوتا کہ ایک تصویر یا ویڈیو مستقبل میں کس طرح استعمال ہو سکتی ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ بظاہر معصوم گفتگو کے پیچھے کسی استحصال یا بلیک میلنگ کا منصوبہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا بچوں کو ڈیجیٹل دنیا میں تنہا چھوڑ دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی کم عمر بچے کو ایک بڑے شہر کے چوراہے پر چھوڑ کر کہا جائے کہ اپنی حفاظت خود کرنا! یہ والدین کی ذمہ داری بھی ہے، معاشرے کی بھی اور ریاست کی بھی۔

ذرا اس سرگرمی کو ملاحظہ کریں جسے ”فیملی وی لاگنگ“ کہتے ہیں۔ کیا آپ اپنے بچوں کی نمائش کرنا چاہتے ہیں؟ آخر اس کا مقصد کیا ہے؟ اس پر ہمیں غیر معمولی سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ خاندان کی خوشیاں شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے دوسروں کے ساتھ بانٹنے میں بذاتِ خود کوئی قباحت نہیں۔ لیکن جب بچوں کی نجی زندگی، ان کے جذبات، گھر کے معاملات، معصوم حرکات اور بعض اوقات انتہائی ذاتی لمحات کو مسلسل کیمرے کے سامنے لا کر عوامی تفریح بنا دیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر وہ چیز جسے دکھایا جا سکتا ہے، دکھانا بھی ضروری ہے؟ بچے آج شاید اپنے والدین کے فیصلے کو سمجھنے یا اس پر اعتراض کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں۔ مگر کل جب وہ بڑے ہوں گے تو کیا وہ اپنی بچپن کی پوری زندگی کو دنیا کے سامنے نشر کیے جانے پر رضامند ہوں گے؟ صرف چند لائکس، فالوورز اور مالی منفعت کے لیے بچوں کی معصومیت کو نمائش کا ذریعہ بنانا ایک ایسا رجحان ہے جس پر معاشرے کو ضرور سوچنا چاہیے۔ بچے تجارتی مال نہیں یہ انسان ہیں۔

برائی کا علاج صرف پابندی نہیں اگرچہ حدود و قیود کی پابندی انسانی معاشرت کا طرہ امتیاز ہے۔ یہاں ایک اہم بات سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر حکومت کسی عمر کی حد کا تعین کرتی ہے یا کچھ پلیٹ فارمز کو ضابطے کا پابند بناتی ہے تو یہ مسئلے کا صرف ایک حصہ ہوگا۔ اصل کام تو گھر سے شروع ہوگا۔ والدین کا محض بچوں کے موبائل فون کے استعمال پر ضروری قدغن لگانا کافی نہیں۔ انہیں صحیح اور غلط کا شعور بھی دیں۔ صرف یہ نہ کہیں کہ ”یہ مت دیکھو“، بلکہ یہ بھی سمجھائیں کہ کیوں مت دیکھو۔ صرف نگرانی نہ کریں، اعتماد پیدا کریں۔ صرف پاس ورڈ نہ پوچھیں، بچے کے دل کا حال بھی پوچھیں۔ صرف موبائل چھین لینے کو تربیت نہ سمجھیں، اپنے بچوں کو قرآن، حیا، سچائی، امانت، پاکیزگی اور ذمہ داری کی تعلیم بھی دیں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم: 6) ”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔“

یہ آیت والدین کو ایک عظیم ذمہ داری سونپتی ہے۔ ذمہ داری صرف اولاد کے پیٹ کو کھانا اور جسم کو لباس دینا نہیں بلکہ اس کے ایمان، کردار اور اخلاق کی حفاظت اس سے بھی بڑی ذمہ داری ہے۔

والدین اپنی ذمہ داری ادا کریں، مگر ریاست اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو واضح اور قابل عمل قواعد کا پابند بنایا جائے، خصوصاً بچوں کے تحفظ کے لیے۔ عمر کی تصدیق کا موثر نظام ہو۔ بچوں کو نشانہ بنانے والے اکاؤنٹس اور نیٹ ورکس کے خلاف فوری کارروائی ہو۔ سائبر بلیک میلنگ اور استحصال کی شکایات کے لیے آسان اور تیز نظام ہو۔ والدین کے لیے آگاہی پروگرام ہوں۔ اسکولوں میں ڈیجیٹل لٹریسی اور آن لائن سیفٹی کی تعلیم دی جائے۔ اور اگر کوئی شخص بچوں کے استحصال یا فحاشی کو کاروبار بناتا ہے تو قانون اس کے خلاف موثر کارروائی کرے۔ لیکن قانون بنانا کافی نہیں۔ قانون کا نفاذ بھی انتہائی ضروری ہے۔

اسلام صرف سزا نہیں دیتا، پہلے اصلاح کرتا ہے اور برائی کے ذرائع کو روکتا ہے۔ یہ بھی اسلام کے نظام عدل کا ایک اہم پہلو ہے کہ وہ سزا کو اولین علاج نہیں بناتا۔ پہلے ایمان اور تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ پھر حیا اور اخلاق کی تربیت کرتا ہے۔ پھر خاندان کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر معاشرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری دیتا ہے۔ پھر برائی کے اسباب اور راستوں کو محدود کرتا ہے۔ اور جب کوئی شخص ان تمام حدود کو پامال کر کے معاشرے کے امن و اخلاق کو نقصان پہنچاتا ہے تو پھر اسلامی نظام سزا اور احتساب کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ یعنی تربیت بھی، احتیاط بھی، نگرانی بھی، قانون بھی اور احتساب بھی۔ یہ ایک مکمل نظام ہے۔

ہمیں صرف سوشل میڈیا نہیں، اپنا معاشرہ بھی درست کرنا ہوگا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم ہر برائی کے لیے ایک نیا ”ملزم“ تلاش کر لیتے ہیں۔ کبھی موبائل فون ملزم ہے، کبھی انٹرنیٹ، کبھی ٹی وی، کبھی فلم، اگرچہ یہ سب برائیوں کو جنم دیتے ہیں جنہیں روکنا ضروری ہے۔ لیکن ہم یہ سوال کم کرتے ہیں کہ گھر کہاں ہے؟ تربیت کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟ والدین کی نگرانی کہاں ہے؟ معاشرتی ذمہ داری کہاں ہے؟

اگر گھر مضبوط ہو تو ٹیکنالوجی نعمت بن سکتی ہے۔ اگر تربیت مضبوط ہو تو آزادی ذمہ داری بن سکتی ہے۔ اگر ایمان مضبوط ہو تو تنہائی میں بھی انسان اپنے آپ کو روک سکتا ہے۔ اور اگر کردار کمزور ہو تو دنیا کے بہترین قوانین بھی ہر شخص کے پیچھے پولیس نہیں کھڑی کر سکتے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ہم ”ردعمل“ کے بجائے ”پیش بندی“ کریں۔ ہماری اجتماعی پالیسی اکثر اس وقت حرکت میں آتی ہے جب نقصان ہو چکا ہوتا ہے۔ بچے متاثر ہو جائے تو کارروائی ہوتی ہے۔ جرم ہو جائے تو ایف آئی آر ہوتی ہے۔ ویڈیو وائرل ہو جائے تو نوٹس لیا جاتا ہے۔ گھر تباہ ہو جائے تو تشویش ظاہر کی جاتی ہے۔ اسلام ہمیں اس سے پہلے بیدار کرتا ہے۔ فتنے کو پھیلنے سے پہلے روکو۔ برائی کو معمول بننے سے پہلے روکو۔ بچوں کو شکار بننے سے پہلے محفوظ کرو۔ یہی "Nip the evil in the bud" کا حقیقی مفہوم ہے۔

آخری اور اہم بات یہ ہے کہ ہم نے اس دنیا سے آخرت کی طرف ضرور جانا ہے۔ وہاں کے احتساب سے بھی اپنے آپ کو بچانا ہے۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم اپنے بچوں کو کس دنیا میں بڑا کرنا چاہتے ہیں؟ ایسی دنیا میں جہاں ہر چیز فروخت کے لیے ہو؟ جہاں معصومیت بھی ”کانٹینٹ“ ہو؟ جہاں حیا کو رکاوٹ اور بے حیائی کو آزادی کہا جائے؟ یا ایسی دنیا میں جہاں ٹیکنالوجی انسان کی خادم ہو، انسان ٹیکنالوجی کا غلام نہ بنے؛ جہاں شرعی آزادی کے ساتھ ذمہ داری ہو؛ جہاں ترقی کے ساتھ اخلاق ہو؛ جہاں اظہار کے ساتھ حیا ہو؛ جہاں بچوں کو صرف تعلیم نہیں بلکہ تربیت بھی ملے؟

سوشل میڈیا کو ختم کرنا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ سوشل میڈیا کو انسان اور معاشرے کے تابع بنانا مقصد ہونا چاہیے۔ اور اس سے بھی بڑا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم ایسا معاشرہ تشکیل دیں جہاں برائی کو پھلنے پھولنے کا موقع ہی کم سے کم ملے۔ کیونکہ اسلام کا پیغام صرف یہ نہیں کہ گناہ ہو جائے تو سزا دو۔ اسلام کا پیغام اس سے کہیں زیادہ حکیمانہ ہے:

گناہ تک پہنچانے والے راستے بند کرو۔ برائی کے دروازے بند کرو۔ حیا کے دروازے کھولو۔ تربیت کے دروازے کھولو۔ اور اگر کوئی پھر بھی معاشرے کے امن و اخلاق کو پامال کرے تو قانون کا ہاتھ اس تک ضرور پہنچے۔

آخر میں سوال سوشل میڈیا کا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم اپنی نسل کے محافظ ہیں یا صرف اس کے تماشائی؟ اگر ہم نے آج برائی کو اس کی ابتدا ہی میں نہ روکا تو کل ہمیں صرف ایک ویڈیو، ایک ایپ یا ایک پلیٹ فارم کا نہیں، ایک پوری نسل کے اخلاقی مستقبل کا نوحہ پڑھنا پڑ سکتا ہے۔ اس لیے برائی کے پھیلنے کا انتظار نہ کیجیے۔ اسے سر اٹھاتے ہی روک دیجیے۔ یہی اسلام کی حکمت ہے، یہی معاشرتی ذمہ داری ہے، اور یہی ہماری آنے والی نسلوں کے تحفظ کا تقاضا ہے۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے زیر اہتمام منعقدہ مہم
”روشن کردار — روشن معاشرہ“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ﴾ (الرعد: ۱۱)

”بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔“

انسانی معاشرے کی اصلاح کا آغاز فرد کی اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ جب ایک انسان اپنے کردار و اخلاق کو سنوارتا، اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرتا، اپنے نفس کا تزکیہ کرتا اور اپنی ذاتی زندگی میں اصلاح لاتا ہے، تو اس کے اثرات اس کے خاندان سے ہوتے ہوئے پورے معاشرے تک پہنچتے ہیں۔ اسی فکر کو اجاگر کرنے کے لیے تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کی جانب سے پانچ ہفتوں پر مشتمل ایک خصوصی لیکچر سیریز کا انعقاد کیا گیا، جس کا عنوان تھا ”روشن کردار — روشن معاشرہ“۔

یہ سلسلہ 5 ستمبر تا 3 اکتوبر 2026ء ہر ہفتے (بروز ہفتہ) بعد نماز عشاء، قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل مسجد طیبہ، زمان ٹاؤن، کورنگی نمبر 4، کراچی میں جاری رہا۔ لیکچرز پریزنٹیشن کی مدد سے پیش کیے گئے، جبکہ خواتین کے لیے علیحدہ باپردہ انتظام کیا گیا تھا۔ ہر لیکچر کے اختتام پر تمام شرکاء کو لیکچر کے مختصر نوٹس اور خود احتسابی کے لیے سوالات بھی دیے گئے۔ موضوعات سے متعلقہ کتب کا مکتبہ بھی لگایا گیا۔

پہلی نشست: کردار و اخلاقیات

پہلا لیکچر ”کردار و اخلاقیات“ کے عنوان سے ہوا، جس میں مقامی تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے ناظم دعوت محترم ارباب صدیقی نے تدریس کی ذمہ داری ادا کی۔

سلسلے کا آغاز کردار کی اہمیت، اخلاقی اقدار کی ضرورت اور ایک مسلمان کی عملی زندگی میں حسنِ اخلاق کے مقام سے ہوا۔ مدرس نے واضح کیا کہ انسان کی شخصیت کا حقیقی حسن ظاہری وضع قطع یا اندازِ گفتگو میں نہیں، بلکہ اس کے کردار، معاملات، سچائی، امانت داری، ایفائے عہد اور دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اصلاحِ معاشرہ کے لیے لازم ہے کہ ہر فرد اپنی ذات سے آغاز کرے۔ اپنے اخلاق کا جائزہ لے اور اپنے قول و فعل میں مطابقت پیدا کرے، کیونکہ مضبوط اخلاق بنیادی صالح شخصیت اور ذمہ دار معاشرے کی ضامن ہے۔ یہ بنیادی نکتہ واضح کیا گیا کہ اخلاقیات کے اصولوں کے لیے ہمیں مغربی معاشروں سے بنیادیں اور راہنمائی اخذ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ساتھ ہی مغربی معاشروں کے کھوکھلے پن کو بھی اجمالاً واضح کیا گیا۔

دوسری نشست: ایمان اور نفاق کردار کی دو بنیادیں

سیریز کا دوسرا لیکچر ”ایمان اور نفاق کردار کی دو بنیادیں“ کے موضوع پر ہوا، جس میں ناظم تربیت تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی محترم ڈاکٹر محمد الیاس نے تدریسی ذمہ داری ادا کی۔

اس نشست میں اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی، ایمان کی پختگی اور باطنی قوت کی اہمیت زیرِ بحث آئی۔ واضح کیا گیا کہ ظاہری اصلاح اور اخلاقی استحکام کے لیے باطن کی درستگی ناگزیر ہے۔ اللہ پر پختہ ایمان، اللہ کا ذکر، اس پر توکل اور اس کے احکام کی پابندی انسان کو زندگی کے نشیب و فراز میں ثابت قدم رکھتی ہے۔ محض اخلاقی اصولوں سے واقفیت کافی نہیں؛ ان پر استقامت کے ساتھ عمل کے لیے مضبوط ایمانی بنیاد درکار ہے۔ جب انسان کا تعلق اپنے رب سے مضبوط ہوتا ہے تو اس کی ترجیحات، فیصلوں اور طرزِ زندگی میں مثبت تبدیلی رونما ہوتی ہے۔

ساتھ ہی تقابل کے طور پر نفاق کی حقیقت، خباثتیں اور اس کے علاج پر بھی سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ لیکچر کا ربط لیکچر سیریز کے عنوان سے یہ بات سمجھا کر قائم کیا گیا کہ ایمان بہترین سیرت و کردار کی بنیاد بنتا ہے اور نفاق کس طرح انسان کے ظاہر و باطن کو دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے۔

تیسری نشست: ”تزکیۂ نفس — ترکِ رذائل و اکتسابِ فضائل“

تیسرا لیکچر ”تزکیۂ نفس: ترکِ رذائل و اکتسابِ فضائل“ کے عنوان سے ترتیب دیا گیا تھا۔ اس موضوع پر تدریس کی ذمہ داری محترم ارباب صدیقی نے نبھائی۔

اس نشست میں انسان کی داخلی اصلاح، اپنی خامیوں کی شناخت، نفس کا محاسبہ اور شخصیت کو بہتر بنانے کی ضرورت پر گفتگو کی گئی۔ تزکیۂ نفس نام ہے نفسِ امارہ سے نفسِ مطمئنہ کے اس مسلسل سفر کا کہ جس میں انسان ایک مالی کی طرح خود احتسابی، دروں بینی اور قرآن و صاحبِ قرآنؐ سے مضبوط تعلق نیز معرفتِ الٰہی کے ذریعے اپنے دل کی زمین کو اخلاقی رذائل مثلاً تکبر، حسد، خود پسندی، غصے اور دیگر اخلاقی کمزوریوں سے پاک کرنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے اور اخلاقی فضائل مثلاً صبر، اخلاص، عاجزی، شکر اور تقویٰ کو اپنی شخصیت کا حصہ بنانے کی فکر کرتا ہے۔ اپنی اصلاح کا یہ مسلسل عمل انسان کو بہتر فرد بناتا ہے اور اس کے معاملات، تعلقات اور ذمہ داریوں کی ادائیگی پر بھی مثبت اثر ڈالتا ہے۔ تزکیۂ نفس کے خانقاہی منہج اور نبوی منہج کا اجمالی تقابل بھی کیا گیا۔

چوتھی نشست: ”گھر کو جنت کیسے بنائیں؟“

لیکچر سیریز کا چوتھا موضوع ”خاندان اور گھر“ تھا، جس پر تنظیم اسلامی زون جنوبی کے نائب ناظم اعلیٰ محترم انجینئر نعمان اختر نے نہایت عمدہ انداز میں گفتگو فرمائی۔

اس نشست میں فرد کی اصلاح کے اثرات کو گھر اور خاندان تک وسعت دی گئی۔ مدرس نے نہایت عمدہ انداز میں واضح کیا کہ گھر محض رہائش گاہ نہیں بلکہ تربیت، کردار سازی اور اخلاقی نشوونما کا بنیادی مرکز ہے؛ لہٰذا صالح معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ گھر کا ماحول محبت، احترام، اعتماد، حسنِ سلوک اور دینی اقدار سے آراستہ ہو، جس کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کے باہمی تعلقات، والدین کی ذمہ داریوں اور اولاد کے کردار پر خصوصی توجہ دی جائے۔ انہوں نے زور دیا کہ اہلِ خانہ ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں، فرائض خوش دلی سے ادا کریں اور اختلاف کی صورت میں حکمت، تحمل اور خیر خواہی سے کام لیں۔ ایسے ہی بابرکت گھرانے آنے والی نسلوں کی بہتر تربیت اور صالح معاشرے کی تعمیر کی بنیاد بنتے ہیں۔

پانچویں نشست: ”میرا معاشرہ — میری اجتماعی ذمہ داری“

سلسلے کا پانچواں اور آخری لیکچر ”میرا معاشرہ — میری اجتماعی ذمہ داری“ کے عنوان سے منعقد ہوا، جس میں تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے مشیر دعوت محترم عامر خان نے گفتگو فرمائی۔ آخری نشست میں فرد اور خاندان سے آگے بڑھ کر معاشرے میں مثبت کردار کی اہمیت اجاگر کی گئی۔ سورۃ بنی اسرائیل کے رکوع نمبر تین اور چار اور سورۃ الحجرات

کے دروس کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا کہ ایک مسلمان کی ذمہ داری اپنی ذات یا گھر تک محدود نہیں، بلکہ اسے اپنے گردوپیش اور پورے معاشرے کی بہتری کے لیے فکر مند ہونا چاہیے۔ خیرخواہی، باہمی تعاون، حقوق العباد کی ادائیگی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اجتماعی بھلائی کی جدوجہد اس ذمہ داری کے بنیادی پہلو ہیں۔ نشست کا مرکزی پیغام یہ تھا کہ انفرادی اصلاح کا حقیقی ثمر تب ظاہر ہوتا ہے جب انسان اپنی صلاحیتیں، اخلاق اور عملی جدوجہد معاشرے کی بہتری کے لیے وقف کر دے۔ ہر فرد معاشرتی اقدار کو فروغ دے اور معاشرتی برائیوں کی بیخ کنی کرے۔ یوں صالح فرد سے صالح خاندان اور صالح خاندانوں سے صالح معاشرے وجود میں آئیں گے۔

تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کی یہ پانچ ہفتوں پر مشتمل لیکچر سیریز اس اعتبار سے اہم تھی کہ اس میں اصلاح معاشرہ کے مختلف مراحل کو ایک مربوط ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا۔ پہلے کردار و اخلاقیات کے ذریعے فرد کی اخلاقی بنیاد مضبوط کرنے، پھر ایمان اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ذریعے باطنی قوت پیدا کرنے، اس کے بعد تزکیہ نفس اور اصلاح ذات کے ذریعے شخصیت کو سنوارنے، پھر خاندان اور گھر کے ماحول کو بہتر بنانے اور بالآخر سماجی ذمہ داری کے ذریعے معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے کی دعوت دی گئی۔ یہ تمام موضوعات دراصل ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ مضبوط ایمان، اچھا کردار اور تزکیہ نفس ایک بہتر شخصیت کی تشکیل کرتے ہیں؛ بہتر شخصیت ایک اچھے خاندانی ماحول کی بنیاد بنتی ہے؛ اور صالح خاندان ایسے افراد تیار کرتا ہے جو معاشرے کی تعمیر و اصلاح میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ لیکچرز میں مدرسین کے تنوع نے اس سیریز کے حسن و معنویت میں ہمہ جہتی اضافہ کیا۔

اس لیکچر سیریز کا مرکزی پیغام یہی تھا کہ معاشرے میں تبدیلی کی خواہش کو عملی شکل دینے کے لیے فردی اصلاح سے آغاز کرنا ضروری ہے۔ محض مسائل کی نشاندہی یا دوسروں سے تبدیلی کی توقع رکھنے کے بجائے ہر انسان کو اپنی ذات، اپنے اخلاق، اپنے رب سے تعلق، اپنے گھر اور اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کا جائزہ لینا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ "روشن کردار روشن معاشرہ" محض ایک عنوان نہیں، بلکہ اصلاح و تعمیر کا ایک جامع تصور ہے؛ ایسا تصور جو انسان کو اپنی ذات سے آغاز کرتے ہوئے خاندان اور معاشرے کی بہتری تک لے جاتا ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس دعوتی و تربیتی کاوش کو قبول فرمائے، اس کے ذریعے شرکاء کی زندگیوں میں مثبت تبدیلی پیدا فرمائے اور ہم سب کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: حافظ ارسلان احمد خان، نقیب اسرہ، مقامی تنظیم کورنگی شرقی)

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافتِ راشدہ کا نظام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — ان شاء اللہ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیرِ اہتمام
سالانہ اجتماع 2026ء کے قائم مقام زونل اجتماعات

یہ اجتماعات تمام زونز میں بروز **ہفتہ 07 نومبر نمازِ عصر تا 09 نومبر نمازِ ظہر بروز پیر دن** تک منعقد ہوں گے۔ تمام رفقاء تنظیم اسلامی اپنے اپنے زون کے اجتماع میں شرکت کر کے اپنی تنظیمی فکر کو تازہ کریں۔

برائے زون شرقی پاکستان — حلقہ جات لاہور شرقی، لاہور غربی، گوجرانوالہ، سرگودھا

بمقام: دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی 23.KM ملتان روڈ چوہنگ، لاہور
برائے رابطہ: 78-(042)35473375

برائے زون جنوبی پاکستان 1 — حلقہ جات کراچی جنوبی، کراچی شرقی، حیدرآباد
برائے زون جنوبی پاکستان 2 — حلقہ جات کراچی شمالی، کراچی وسطی، بلوچستان

بمقام: رائل فارمز اینڈ کنٹری ریزورٹ، کیٹی بندر روڈ گھارو، کراچی
برائے رابطہ: 0321-8110205

برائے زون شمالی پاکستان — حلقہ جات اسلام آباد، پنجاب شمالی، آزاد کشمیر، پوٹھوہار
برائے زون خیبر پختونخوا — حلقہ جات ملاکنڈ، خیبر پختونخوا جنوبی

بمقام: مسجد جامع القرآن کمپلیکس، ویو پوائنٹ نزد نیلور، اسلام آباد
برائے رابطہ: 051-4866055 / 051-2751014

برائے زون وسطی پاکستان — حلقہ جات فیصل آباد، ساہیوال، بہاولنگر، پنجاب جنوبی

بمقام: قرآن اکیڈمی BZU کیمپس، حامد نگر بوسن روڈ نزد چونگی ولاز، ملتان
برائے رابطہ: 061-6520451/03226187858

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی، فون: 78-(042)35473375

تاریخِ اسلام کے عظیم فاتح سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

حسیب آصف شیخ (مرکزی شعبہ نشرواشاعت)

سر آصف: کلاس! آج ہم ایک انتہائی دلچسپ موضوع پر بات کریں گے۔ اگر میں آپ سے پوچھوں کہ آپ کا سب سے پسندیدہ سپر ہیرو کون ہے تو آپ کس کا نام لیں گے؟

علی: سر! ظاہر ہے سپر مین، آئرن مین، یا بیٹ مین! ان کے پاس حیرت انگیز طاقتیں ہیں، وہ آسمانوں میں اڑ سکتے ہیں، ان کے پاس لیزر گنز ہیں اور وہ دنیا کو بڑے سے بڑے خطرات سے بچاتے ہیں۔

حمزہ: جی سر! اور آئرن مین کا ہائی ٹیک سوٹ تو کمال کا ہے، اس کے بغیر تو کسی سپر ہیرو کا تصور ہی ممکن نہیں۔

سر آصف: (مسکراتے ہوئے) علی اور حمزہ! جن ہیروز کا آپ نے نام لیا، وہ سب خیالی کردار ہیں۔ عملی زندگی میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ لیکن کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اگر واقعی اس دنیا میں ایک ایسا سپر ہیرو موجود ہو جس نے بغیر کسی جادوئی سوٹ، بغیر اڑنے کی طاقت اور بغیر کسی خیالی ٹیکنالوجی کے، صرف اپنے کردار، شجاعت اور ایمان کے بل بوتے پر دنیا کا نقشہ بدل ڈالا ہو؟

بلال: سر! کیا واقعی تاریخ میں ایسا کوئی حقیقی سپر ہیرو گزرا ہے؟ وہ کون تھے اور انہوں نے ایسا کیا حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا تھا؟

سر آصف: بلال! میں بات کر رہا ہوں تاریخِ اسلام کے عظیم فاتح سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی! ایک ایسا سپر ہیرو جس کی زرہ اس کا تقویٰ تھی، جس کی تلوار اس کا ایمان تھی، اور جس کا سپر پاور اس کا لاثانی عدل اور رحم دلی تھا۔ نو سو سال پہلے، جب بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ تھا اور امتِ مسلمہ بکھری ہوئی تھی، تب سلطان ایوبیؒ ایک نجات دہندہ بن کر ابھرے۔

علی: لیکن سر! آئرن مین اور سپر مین کے پاس تو سپر پاورز ہوتی ہیں۔ سلطان ایوبیؒ کی سپر پاور کیا تھی؟

سر آصف: علی! ایک سچے اور حقیقی سپر ہیرو کی سب سے بڑی طاقت اس کا ''ایمان'' اور ''رب پر کامل یقین'' ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔'' (سورہ آلِ عمران) یہی قرآنی فلسفہ سلطان ایوبیؒ کا اصل ہتھیار تھا۔ جب دنیا کی تمام طاقتیں اور صلیبی افواج مسلمانوں کو مٹانے کے درپے تھیں، تب سلطان ایوبیؒ نے قوم کو یکجا کیا۔ ان کی سپر پاور یہ تھی کہ وہ میدانِ جنگ میں دشمن کے سامنے لوہے کی دیوار بن جاتے تھے اور راتوں کو اپنے رب کے حضور رو رو کر دعا کیا کرتے تھے۔ وہ دشمن سے نہیں ڈرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عزت اور فتح صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ سلطان ایوبیؒ کی جنگی حکمتِ عملی اور شجاعت کے سامنے دنیا کا کوئی خیالی ہیرو نہیں ٹھہر سکتا۔ معرکہ حطین اس کی روشن مثال ہے۔ اس جنگ میں سلطان نے اپنی عسکری بصیرت سے وقت کی سب سے بڑی متحد صلیبی فوج کو گھیر کر ایسی تاریخ ساز شکست دی کہ پورا یورپ کانپ اٹھا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ ایک مومن کی حقیقی طاقت اس کے بلند حوصلے اور شجاعت میں ہوتی ہے۔

بلال: سر! ہم فلموں میں دیکھتے ہیں کہ سپر ہیرو جب دشمن کو ہراتا ہے تو سب کچھ تباہ ہو جاتا ہے۔ فتح بیت المقدس کے وقت سلطان ایوبیؒ نے دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

سر آصف: بلال! یہی وہ مقام ہے جہاں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا کردار کسی بھی خیالی سپر ہیرو سے یکسر مختلف نظر آتا ہے۔ جب 1099ء میں صلیبیوں نے پہلی بار بیت المقدس پر قبضہ کیا تھا، تو انہوں نے مسلمانوں کا اس قدر بے دریغ قتلِ عام کیا تھا کہ تاریخ لکھتی ہے کہ شہر کی گلیوں میں گھوڑوں کے گھٹنوں تک خون تھا۔ نوے سال بعد، جب سلطان ایوبیؒ نے بیت المقدس کو دوبارہ فتح کیا، تو ان کے پاس موقع تھا کہ وہ ماضی کا حساب برابر کرتے اور اپنے دشمنوں سے خونریز انتقام لیتے، لیکن اس سپر ہیرو نے کیا کیا؟

علی: سر! کیا انہوں نے تمام دشمنوں کو قید کر لیا یا سزا دی؟

سر آصف: نہیں علی! سلطان نے ایک بھی غیر مسلح شخص پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ انہوں نے تمام عیسائیوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا! جو شہر چھوڑ کر جانا چاہتا تھا اسے حفاظت سے گھر پہنچایا گیا، غریبوں اور بیواؤں کے فدیے کی رقم سلطان نے اپنی جیب سے ادا کی، اور حتیٰ کہ اپنے بدترین دشمنوں کے بچوں اور عورتوں پر بھی شفقت کا ہاتھ رکھا۔ یہ عمل نبی کریم ﷺ کی فتح مکہ کی عظیم سنت کی یادگار تھا، اور سلطان نے حدیثِ نبوی پر حرف بحرف عمل کر دکھایا کہ: ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔'' (جامع ترمذی)۔ اس رحم دلی نے عیسائیوں کو بھی ان کے اخلاق کا گرویدہ بنا دیا۔

حمزہ: واہ سر! واقعی طاقت کے عروج پر اپنے غصے اور انتقام پر قابو پانا ہی اصل سپر پاور ہے۔

سر آصف: بالکل حمزہ! اسی بات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''پہلوان وہ نہیں جو اپنے مخالف کو پچھاڑ دے، بلکہ اصل پہلوان اور طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔'' (صحیح بخاری) سلطان صلاح الدین ایوبیؒ صرف میدانِ جنگ کے ہیرو نہیں تھے، بلکہ وہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والے اخلاق کے بھی سپر ہیرو تھے۔

بلال: سر! کیا سلطان ایوبیؒ کے پاس بھی شاہی محلات، مال و دولت اور بڑی بڑی گاڑیاں تھیں؟

سر آصف: بلال! یہی ان کی زندگی کا سب سے بڑا سبق ہے۔ آج کے خیالی ہیروز کے پاس اربوں ڈالرز کے بنگلے اور ٹیکنالوجی ہوتی ہے، لیکن دنیا کے اتنے بڑے فاتح اور مصر و شام کے حکمران، سلطان ایوبیؒ کے پاس اپنا کوئی محل نہیں تھا۔ وہ زیادہ تر وقت میدانِ جنگ میں ایک معمولی خیمے میں گزارتے تھے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی اپنے لیے نیا لباس نہیں بنوایا اور نہ ہی مال و دولت کی ہوس کی۔ حدیثِ نبوی ((خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ)) ''بہترین انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو نفع پہنچائے۔'' کی زبردست تصویر تھے۔

علی: سر! جب ان کا انتقال ہوا تو کیا ہوا؟

سر آصف: علی! یہ بات سن کر ہر انسان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا انتقال ہوا تو اس عظمت والے حکمران کے خزانے میں کل ملا کر صرف 47 درہم اور ایک دینار ملا! ان کے پاس اتنی رقم بھی نہیں تھی کہ ان کی تدفین اور کفن کا خرچ اٹھایا جا سکے، ان کے کفن کا انتظام ان کے دوستوں اور رشتہ داروں نے قرض لے کر کیا۔ انہوں نے اپنی تمام تر دولت غریبوں، یتیموں اور مظلوموں میں بانٹ دی تھی۔ انہوں نے دنیا کو سکھایا کہ سچا ہیرو وہ نہیں جو دنیا سے سمیٹتا ہے، بلکہ سچا ہیرو وہ ہے جو سب کچھ قربان کر کے دوسروں کو زندگی دیتا ہے۔

حمزہ: سر! واقعی ہم تو اب تک خیالی دنیا کے نقلی ہیروز پر وقت ضائع کر رہے تھے، اصل اور سچے سپر ہیرو تو ہمارے اپنے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ہیں۔

سر آصف: سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی زندگی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ اگر ہمارے دل میں اللہ کا خوف، قرآنی تعلیمات کا پاس، نبی کریم ﷺ کی سنت کا اتباع اور مظلوموں کا درد ہو تو ہم میں سے ہر انسان اپنے شعبے میں اور اپنے معاشرے میں ایک ایسا ہیرو بن سکتا ہے جو دنیا کو بہتر اور خوبصورت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جیسی جرأت، ایمان اور اعلیٰ اخلاق عطا فرمائے۔ آمین!

❀❀

اخبارِ اسلام

غزہ: اصل صورتِ حال کیا ہے؟ (بشکریہ فرینڈز آف فلسطین)

- 7 اکتوبر 2023ء کو شروع ہونے والی جنگ نے غزہ کے بچوں کی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ فلسطینی ذرائع کے مطابق، بچوں کی ایک پوری نسل بے گھری، خوف، اپنوں کی جدائی اور معذوری جیسے مسائل سے دوچار ہے۔ ایک بینر پر 18 ہزار سے زائد شہید فلسطینی بچوں کے نام اور تصاویر درج کیے جانے کا ذکر بھی سامنے آیا ہے، جو جنگ کے دوران بچوں کی ہلاکتوں کے المناک پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ غزہ کی وزارتِ صحت کے مطابق جنگ بندی کے بعد اسرائیلی حملوں میں 1511 فلسطینی شہید اور 5375 زخمی ہو چکے ہیں، جبکہ اکتوبر 2023ء سے اب تک مجموعی شہادتوں کی تعداد 74475 اور زخمیوں کی تعداد 175517 ہو گئی ہے۔ فلسطینی وال اینڈ سیٹلمنٹ ریزسٹنس کمیشن کے مطابق، اسرائیلی حکام نے اکتوبر 2026ء کے دوران مقبوضہ بیت المقدس اور اس کے مشرقی اطراف میں یہودی بستیوں کی توسیع کے لیے 1080 نئے رہائشی یونٹس کی تعمیر کے دو ٹینڈرز جاری کیے ہیں۔ جن میں شمالی بیت المقدس کی بستی عطارات زئیو میں 730 یونٹس اور معالیہ ادومیم میں بزرگ شہریوں کے لیے 350 یونٹس کی تعمیر شامل ہے۔ دوسری جانب مسجدِ اقصیٰ کے موجودہ مذہبی انتظام اور تاریخی حیثیت کو تبدیل کرنے کی کوششوں پر بھی تشویش ظاہر کی جا رہی ہے۔ 1967ء کے بعد مسجدِ اقصیٰ میں ہونے والی تبدیلیوں، یہودی آبادکاروں کے دھاووں اور مذہبی رسومات کے ذریعے نئی صورتِ حال مسلط کرنے کی کوششوں پر مبنی ایک دستاویزی فلم میں اس خدشے کو اجاگر کیا گیا ہے کہ ان سرگرمیوں کا مقصد محض مذہبی تقریبات نہیں بلکہ مسجدِ اقصیٰ کی موجودہ حیثیت تبدیل کرنا بھی ہے۔ سابق اسرائیلی رکنِ کنیسٹ کی جانب سے مسجدِ اقصیٰ کے مقام پر تیسرے ہیکل کی تعمیر کے منصوبے کی وضاحت نے ان خدشات کو مزید بڑھا دیا ہے۔
- فلسطینی قیدیوں سے متعلق اطلاعات میں بعض اسیران کے وزن میں 30 سے 40 کلوگرام تک کمی، باسی اور آلودہ خوراک کی فراہمی اور صاف پانی و ضروری ادویات کی قلت کا ذکر کیا گیا ہے۔ عوفر، مجدو، نقب اور جیلبوت جیلوں میں خارش کی وبا پھیلنے، صفائی کی اشیا، اور ادویات کی عدم دستیابی اور متاثرہ قیدیوں کو مناسب طبی امداد نہ ملنے کے الزامات بھی سامنے آئے ہیں۔ اِتمار بن گویر کی موجودگی میں عوفر جیل میں قید فلسطینی ڈاکٹر مروان الہمص کو مبینہ طور پر شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا، جس کے نتیجے میں اُن کی ہڈیوں میں فریکچر اور کمر میں شدید درد کی شکایات سامنے آئیں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ طبی عملے کے 82 ارکان نامساعد حراستی حالات میں قید ہیں۔
- فلسطینی مصنف عزت جمال کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ رفح کراسنگ کو محدود انداز میں کھولنے کے باوجود سفر کے منتظر 36800 افراد میں سے صرف 14000 سفر کر سکے، جبکہ امداد اور تجارتی سامان کی نقل و حرکت سے متعلق معاہدے پر عمل درآمد کی شرح 38 فیصد رہی۔ اسرائیلی فوج کی جانب سے نام نہاد زرد لکیر کو آگے بڑھانے اور غزہ کے محدود حصے میں فلسطینیوں کو محصور رکھنے کے خدشات بھی موجود ہیں۔ غزہ کی تباہ شدہ آبادی کو پانی، بجلی، نکاسیٔ آب، طبی سہولتوں، رہائش اور بنیادی اشیائے ضروریہ کی شدید قلت کا سامنا ہے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- ایران، امریکہ: یاہو امریکہ کو ایک اور جنگ میں دھکیل رہا ہے: عراقچی: ایرانی وزیر خارجہ عباس عراقچی نے کہا ہے کہ یاہو اپنے خلاف مقدمات اور جیل سے بچنے کے لیے امریکہ کو ایک اور جنگ میں دھکیل رہا ہے۔ ایران پر دوبارہ حملے کی صورت میں امریکہ اور اسرائیل کو سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ صدر پزشکیان کا کہنا ہے کہ ایران کسی جارح قوت کے سامنے نہیں جھکے گا اور اپنی خودمختاری و علاقائی سالمیت کے دفاع کے لیے ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔ دوسری جانب امریکی نائب صدر جے ڈی وینس نے ایران جنگ سے نمٹنے کے معاملے میں متعدد غلطیوں اور ناکامیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکی فوجی تنصیبات کی سیکیورٹی میں خامیاں موجود تھیں اور بعض اوقات اہم معلومات ان تک نہیں پہنچ پائیں۔
- آذربائیجان: اسرائیلی صدر کی تقریر پر دس ممالک کا واک آؤٹ: دارالحکومت باکو میں ایشیائی تعاون و اعتماد سازی کانفرنس (سیکا) کے سربراہی اجلاس کے دوران اسرائیلی صدر ہرزوگ کی تقریر شروع ہوتے ہی پاکستان، ترکیہ، بنگلہ دیش سمیت دس ممالک کے نمائندوں نے واک آؤٹ کیا۔ ترک وزیر خارجہ حاقان فیدان بھی اپنے وفد کے ہمراہ اجلاس سے باہر چلے گئے۔ یہ اقدام غزہ میں جاری اسرائیلی جنگ کے خلاف احتجاج کے طور پر سامنے آیا۔ اجلاس میں باکو اعلامیہ بھی منظور کیا گیا۔
- پاکستان: ایران کے خلاف سرزمین استعمال ہونے کی خبر بے بنیاد ہے: پاکستان کی وزارت اطلاعات و نشریات نے سوشل میڈیا پر گردش کرنے والے اس دعوے کو بے بنیاد اور من گھڑت پروپیگنڈا قرار دیا ہے کہ امریکی بحریہ پاکستانی اجازت سے پاکستانی سرزمین استعمال کرتے ہوئے ایران کے خلاف کارروائی کر رہی ہے۔
- بھارت: مودی کی رہائش کے قریب سو سالہ قدیم مسجد شہید کرنے کا منصوبہ: نئی دہلی میں ریس کورس کے علاقے میں سو سال پرانی مسجد کو شہید کرنے کے لئے خالی کرنے کا نوٹس جاری کر دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ ریس کورس مسجد 1977ء سے سرکاری گزٹ میں وقف جائیداد کے طور پر درج اور تاریخی ورثے میں شامل ہے۔ حریت رہنما میر واعظ عمر فاروق نے کہا ہے کہ قانونی طور پر تسلیم شدہ مسجد کو بھی تحفظ فراہم نہیں کیا جا سکتا تو دوسری مساجد کے لیے کیا ضمانت باقی رہ جاتی ہے۔
- ترکیہ: سہ ملکی دفاعی معاہدہ بل ترک پارلیمنٹ میں پیش: ترک پارلیمنٹ کی خارجہ امور کمیٹی میں سہ ملکی دفاعی معاہدے کی منظوری کا بل پارلیمنٹ میں پیش کر دیا گیا۔ متن کے مطابق تینوں ممالک ایک دوسرے کے دفاع، فوجی معاونت، انٹیلی جنس کے تبادلے اور دفاعی صنعت میں تعاون کے پابند ہوں گے۔ کسی مخصوص ملک یا خطے کو خطرے کے طور پر نامزد نہیں کیا گیا تاہم اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ شریک ملک کی آزادی، خودمختاری یا علاقائی سالمیت پر حملے کی صورت میں تمام فریق ایک دوسرے کی مدد کے لیے ضروری اقدامات کریں گے۔ 16 شقوں پر مشتمل معاہدے کی کوئی مقررہ میعاد ختم ہونے کی تاریخ نہیں ہے۔
- مصر: صدر السیسی کا عہدہ چھوڑنے کا اعلان: مصری صدر عبدالفتاح السیسی نے اعلان کیا ہے کہ اُن کی صدارتی مدت 2030ء میں ختم ہو جائے گی، اس کے بعد وہ عہدے سے الگ ہو جائیں گے اور اس معاملے پر بحث نہیں ہوگی نہ ہی آئین میں کوئی ترمیم کی جائے گی۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

To see what we are giving away to tech companies in exchange for "free" convenience, consider the true cost: spending 5 hours a day on a phone adds up to over a day every week, nearly a week every month, and roughly two full months every year. Over a 60-year lifespan, that means **12.5 years of our lives** are surrendered to the screen. Yet time is not our only loss—we are also selling our focus and our faith. Picking up a phone 96 times a day shatters our concentration, requiring over 23 minutes to regain deep focus after a single interruption.

We must ask ourselves a basic calculation: Is the convenience of quick 'mindless' communication worth paying for with our *Iman*, our values, and our peace of mind? Is losing Qur'anic guidance not too high a price for endless scrolling? Heedlessness (*ghaflah*) begins with a simple distraction, and ends in spiritual death. To protect our true assets, we must treat our time and attention as a sacred trust, put firm boundaries on our screens, and remember our primary purpose: we were created to worship, not scroll.

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

بیان القرآن تفسیر گفٹ پروگرام حلقہ پوٹھوہار

تنظیم اسلامی حلقہ پوٹھوہار کے زیر انتظام بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا نماز مغرب قاضی حق ٹرسٹ جی ٹی روڈ گوجرخان میں "بیان القرآن گفٹ" پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام میں گوجرخان اور گردونواح سے تعلق رکھنے والے طلباء وطالبات اور اساتذہ کرام نے شرکت کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض امیر حلقہ پوٹھوہار محترم حافظ ندیم مجید نے ادا کیے جنہوں نے آنے والے تمام معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کی سعادت محترم عبدالرافع نے حاصل کی۔ اس کے بعد نعت رسول مقبول کی سعادت محترم محمد دانیال نے حاصل کی۔ نقیب منفرد اسرہ ساگری محترم محمد نعمان نے اس موقع پر کہا کہ ہمارا تعلیمی نظام ہماری نوجوان پڑھی لکھی نسل کو خاموشی سے الحاد اور خدا بیزار معاشرے کی طرف دھکیل رہا ہے جس کا واحد حل قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنا ہے۔ اس کے بعد سال 2026ء میں میٹرک میں 90 فیصد سے زائد نمبرز حاصل کرنے والے طلباء وطالبات میں بیان القرآن جلد اوّل اور مختلف تنظیمی کتب کا سیٹ بطور تحفہ پیش کیا گیا۔ جس کا مقصد نوجوان نسل میں قرآن کی تعلیم کو عام کرنا تھا۔ اس کے علاوہ اساتذہ کرام میں بھی بیان القرآن گفٹ تقسیم کیے گئے۔ اس پروگرام میں تقریباً 60 کے قریب طلباء وطالبات، اساتذہ کرام، معروف کاروباری اور سماجی شخصیات اور رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر امیر حلقہ پوٹھوہار نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

(رپورٹ: افشال حیدر، معتمد حلقہ پوٹھوہار)

حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام اضافی مبتدی تربیتی کورس

حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں اضافی مبتدی تربیتی کورس منعقد کیا گیا جس کا مقصد رفقاء کی دینی و تنظیمی تربیت کرنا، ان کے ایمان کو تازگی بخشنا اور دعوت وتربیت کے جذبے کو مزید مستحکم کرنا تھا۔ ابتدائی منصوبہ بندی کے مطابق تقریباً 80 رفقاء کی شرکت متوقع تھی، جس کے پیش نظر یہ ارادہ کیا گیا تھا کہ تدریسی سہولت کے لیے دو الگ الگ کلاسوں میں کورس کروایا جائے۔ تاہم عملی طور پر 40 رفقاء نے شرکت کی۔ رفقاء نے اس تربیتی سرگرمی سے بھرپور استفادہ کیا اور ایک تازہ ایمان، نئے عزم اور دعوت وتربیت کے مزید پر جوش جذبے اور اس کیفیت کو عملی سرگرمیوں میں ڈھالنے کی بھرپور کوشش کرنے کے عزم کے ساتھ واپس لوٹے۔

(رپورٹ: ڈاکٹر محمد الیاس، ناظم تربیت حلقہ کراچی جنوبی)

امیر حلقہ خیبر پختونخوا کا دورہ لکی مروت

18 اکتوبر، 2026ء، بروز اتوار، منفرد رفیق محترم ڈاکٹر کفایت اللہ کی دعوت پر، حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کا ایک وفد پشاور سے دفتر تنظیم اسلامی لکی مروت کے لیے روانہ ہوا۔ یہ وفد نائب ناظم اعلیٰ خیبر پختونخوا زون محترم محمد شمیم خٹک، امیر حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی محترم محمد آصف سلاج اور ناظم دعوت حلقہ محترم فضل باسط پر مشتمل تھا۔ یہ وفد صبح 10:30 بجے لکی مروت پہنچا، جہاں میزبانوں نے ان کا استقبال کیا۔ اس پروگرام میں لکی مروت اور بنوں کے تقریباً 50 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ احباب میں علاقے کے دو مشہور مفتیان محترم مفتی محمد امین اور محترم مفتی پیر خان افضل بھی شامل تھے۔ سب سے پہلے محترم ڈاکٹر کفایت اللہ نے وفد میں شامل ذمہ داران کا تعارف کرایا۔ بعد ازاں پروگرام کا باقاعدہ آغاز تذکیر بالقرآن سے کیا گیا۔ محترم فضل باسط نے "فرائض دینی کا جامع تصور" پر سیر حاصل گفتگو کی۔ جسے شرکاء نے بغور سنا، پسند کیا اور سراہا۔ بعد ازاں امیر حلقہ کی رفقاء کے ساتھ خصوصی نشست ہوئی۔ امیر حلقہ نے کہا کہ ہم ایک نظم کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور ہمیں انتہائی اخلاص کے ساتھ نظم کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ تمام مبتدی رفقاء جلد از جلد ملتزم بنیں اور آگے بڑھ کر ذمہ داریاں نبھائیں۔ اس علاقے میں رفقاء کی خاصی تعداد موجود ہے۔ لہٰذا اسروں کا قیام انتہائی ضروری ہے تاکہ ہمارے رفقاء بجائے اس کے کہ منفرد رفیق کہلائیں، باقاعدہ نظم کے ساتھ جڑ کر استفادہ کر سکیں۔

ظہرانے پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ پروگرام کے بعد میزبان رفقاء نے مہمان وفد کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ واپسی پر وفد تنظیم اسلامی کے سابق رفیق محترم عمر سردار کی رہائش گاہ پر ان کی عیادت کی اور ان کی صحت یابی کے لیے دعا کی۔

(رپورٹ: سعید اللہ شاہ، معتمد حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی)

The Real Cost of Smart Phones

By: Ms. Muqaddas Ghuman

Evaluating cost and benefits is an innate human trait. Today, the capitalist world has conditioned us to measure costs and benefits purely in material terms. Allah addresses man's innate nature in *Surah Al-Asr* and redefines loss and benefit by not failure to accumulate material gains but by how we spend our time. The unit here for evaluation of cost and benefit is time, making it our most vital asset, yet it is eroding, passing quickly, and stealing our life from us. Isn't every second passing making me closer to my true success or ultimate loss?

To avoid utter loss, we must continuously invest our passing moments into all of the four minimum criteria for salvation (*Nijat*): faith (*Iman*), righteous deeds, calling to truth, and urging steadfastness. Every new decision, new ideology, new habit, trend, or piece of technology, a new gadget must be evaluated against this four-part standard to determine whether they lead to genuine success or ultimate bankruptcy. Naturally, this puts our smartphones and social media in question.

Our sworn enemy, Satan the accursed, will fill the narrow gap between this question and its answer with comforting labels calling digital enslavement "productivity," "staying connected," "entertainment," or "seeking knowledge." He persuades us that the machine is 'value neutral' (which it may well be), and the choice to use it correctly is up to us. That choice does remain with us, and modern technology can be used fruitfully to supplement our real faith-based needs, however, we must reject the lullaby of Satan (whispers) to becoming addicted to the 'new age' and stand accountable before Allah, before Satan controls our relationship with our phones. We must ask ourselves the hard questions.

Did we wish to set a simple morning alarm intending to sleep, only to surrender the night's sleep to a spiral of mindless swiping—waking up exhausted and robbed of *khushu* in our *Fajr*? Or waking up with a stressful stream of notifications instead of *Bismillah* and remembrance of Allah? Did we sign up for missing our *Fajr* prayer merely while snoozing an alarm and getting trapped into notifications? Did we wish to miss on the morning *Barakah*, the recitation of the Holy Qur'an during Fajr *(Al-Isra: 78)* and *Azkar?* Clearly, we did not sign up for all this yet somehow we remain helplessly hooked.

We sure did not want to surrender our Qur'anic values to every random online influencer who quietly reshape how we think, dress, act, and live without us even realizing it? A modernist 'scholar', who invents fantastic stories about Gog and Magog, quoting from every Tom, Dick and Harry to captivate vulnerable and uninformed audience with an 'explanation' that didn't exist for fourteen and a half centuries? Did we choose to carry an addictive market (online shopping) in our pockets at all times, ignoring the warning that the marketplace is among the most disliked places to Allah (*Sahih Muslim*)? Did we wish to indulge in *Israf* with an instant, effortless click? Did we wish to lose our *Haya* (modesty) one reel at a time, or worse still 'free' AI roleplaying? Which one of us wanted to compromise the sweetness of *Iman* by violating *ghaz e basr* (*Musnad Ahmad*)? Did we intend to ignore the elderly sitting next to us while socializing with people far away or did we intend to brush our child's eager questions and needs while our attention is diverted to "digital needs"? It is clear that smartphones are made to be addictive. We end up using them in ways we never intended. They are no longer simple tools in our hands; instead, we have become the tool of the digital attention economy. They are pouring billions of dollars to keep us hooked.

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
1kg
KLINIT
Multi Action
Power Magic
Detergent Powder
Guard
DELIVERY
ALL OVER
PAKISTAN
میرا بااعتماد
انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
1kg
TWO in ONE ACTION
Whiff
Detergent Powder
Cleans • Disinfects
Let your Clothes Smile!
LONG BAR
Whiff
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.41

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL cough syrup

Acefylline piperazine 45mg + diphenhydramine HCl 8mg

PAKISTAN'S MOST PRESCRIBED COUGH SYRUPS

Nabiqasim Industries (Pvt.) Ltd.
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi - 74200

+92 21 - 111 742 762
+92 21 - 2636313
info@nabiqasim.com
www.nabiqasim.com

your Health our Devotion